www.Paksociety.com

جنون

کاشف زبیر

جوش وجذبہ ہمیشہ کامرانی کا زینہ بنتا ہے۔ آدمی ہوش وحواس کے ساتھ برق رفتاری اختیار کرتا ہے لیکن یہی جوش جب حد سے بڑھ کر جنون کی سرحدوں میں داخل ہوجائے تو سارے نتیجے منفی ہوجاتے ہیں۔ انہیں بھی ایسے ہی جنون نے اپنے چُنگل میں جکڑ لیا تھا۔ خون آشام شوق نے انہیں ایسی سرحدوں میں دھکیل دیا جہاں خون کے رشتے بھی شرماگئے۔ جرم کرنے والا صرف مجرم ہوکر رہ جاتا ہے وہ کسی کا باپ، بھائی یا بیٹا نہیں رہتا... یوں بھی ہوتا ہے کہ خون کے بھی رشتے مجرم کو کیفرِ کردار تک پہنچانے میں کلیدی کردار ادا کرنے پر تُل جاتے ہیں مگر قانون کا اپنا کردار ہوتا ہے وہ کسی کو سزا دینے کا اختیار نہیں دیتا۔ مجرم کو انجام تک پہنچانے والے بھی قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر مجرم بن جاتے ہیں۔

انسانوں اور وحشیوں کے قتل میں گردش کرتی

لہو رنگ اور پُرتجسس کہانی

بوڑھا آدمی مہاگنی کی میز کے پیچھے بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے میز پر ایک پارسل رکھا تھا اور پارسل کے خاکی کاغذ پر سُتلی مضبوطی سے بندھی تھی۔ بوڑھا کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر اس نے پیپر نائف اٹھا کر پہلے سُتلی کاٹی اور پھر خاکی کاغذ بھی کاٹ ڈالا۔ اندر سے سخت گتے کا ڈبا برآمد ہوا۔ اس نے ڈبے پر لپٹا ٹیپ بھی کاٹ دیا اور اسے کھولا۔ اندر ایک گلاس فوٹو فریم تھا اور اس فریم میں ہاتھ سے بنا ہوا ایک اسکیچ موجود تھا۔ بوڑھا ساکت ہو گیا اور اس کے چہرے کی جھریاں مزید گہری ہوگئیں۔ کچھ دیر وہ ایسا ساکت رہا جیسے اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی ہو۔ پھر وہ چونکا اور اس نے فون اٹھا کر کسی سے کہا۔ ”وکیل سے کال ملاؤ... جلدی۔“

☆☆☆

لیلیٰ رچرڈ تیز قدموں سے فٹ پاتھ پر چل رہی تھی۔ آج اسے دو جگہوں پر جانا تھا۔ ایک جگہ اسے کام تھا اور دوسری جگہ جانا اس کی مجبوری تھی۔ بس سے اتر کر وہ اس کثیر المنزلہ عمارت کی طرف بڑھی جس میں اکثر تجارتی دفاتر تھے، وہ دوسرے فلور پر واقع ایک دفتر میں داخل ہوئی۔ پیون نے اس کی میٹنگ روم تک راہنمائی کی اور پھر اسے وہاں چھوڑ کر چلا گیا۔ لیلیٰ نے اپنے بڑے سے بیگ سے ایک فائل فولڈر نکالا اور اسے سامنے میز پر رکھ لیا۔ پھر اس نے سگریٹ سلگایا اور جلدی جلدی کش لینے لگی۔ وہ تقریباً پچیس چھبیس سال کی دل کش اور کسی قدر سفید فام نقوش کی حامل لڑکی تھی۔ بال سنہری مائل سرخ اور آنکھیں ہلکی نیلی تھیں لیکن رنگت میں ہلکی سی ملاحت تھی۔ اس نے اسکن فٹ جینز اور لیدر جیکٹ پہن رکھی تھی۔ چند لمحے بعد میٹنگ روم میں دو افراد داخل ہوئے، ان میں سے ایک معمر اور بالوں سے فارغ لیکن مضبوط

www.Paksociety.com

جسامت کا شخص تھا۔ دوسرا اپنے حلیے اور انداز سے کوئی بزنس ایگزیکٹو لگ رہا تھا۔

''شہاب علی۔'' بزنس ایگزیکٹو نے معمر شخص کا تعارف کرایا۔ ''تم سے یہ کام ان کے لیے لیا گیا ہے۔''

''کام ہو گیا ہے۔'' لیلیٰ نے فائل فولڈر پر ہاتھ رکھا۔ ''میرا معاوضہ... مسٹر نجیب...؟''

شہاب علی نے ایک لفافہ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ لیلیٰ نے لفافہ ذرا سا کھول کر اندر دیکھا اور فائل فولڈر شہاب علی کی طرف کھسکا دیا۔ اس نے فولڈر کھولا اور اس میں موجود پرنٹ آؤٹس دیکھنے لگا۔ وہ مطمئن نظر نہیں آ رہا تھا۔ چند لمحے بعد اس نے لیلیٰ کی طرف دیکھا۔ ''کیا یہ شخص ہمارے کام آئے گا؟''

''میں نہیں جانتی۔'' لیلیٰ نے سگریٹ ایش ٹرے میں بجھا دیا اور کھڑی ہو گئی۔ ''تم نے مجھ سے اس شخص کے بارے میں معلومات مانگی تھیں، وہ میں نے مہیا کر دیں۔''

اس نے لفافہ جیکٹ کی جیب میں ٹھونسا اور وہاں سے نکل آئی۔ اب اسے جس شخص کے پاس جانا تھا، اس کے پاس جانے کے خیال سے اسے نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ وہ اس کی صورت نہیں دیکھنا چاہتی تھی لیکن اس کے پاس جانا لیلیٰ کی مجبوری تھی۔ اسے کل ہی پتا چلا تھا کہ اس کا سابق گارجین انتقال کر گیا ہے اور اس کا نیا گارجین مقرر کیا گیا ہے۔

☆☆☆

خالد احمد کار سے اترا تو اسے کسی قدر دشواری پیش آئی۔ دشواری اس لیے کہ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔ ائرپورٹ تک لانے والے پولیس افسر نے اس کے ہاتھ سے ہتھکڑیاں کھولیں اور اسے ائرپورٹ حکام کے حوالے کر کے رخصت ہو گیا۔ خالد احمد کا تمام سامان اس بیگ میں تھا جو اس کے پاس تھا۔ اسے بھرے گھر کے سامان سے بس یہی چیزیں اٹھانے کی مہلت ملی تھی۔ ائرپورٹ سیکیورٹی حکام اسے لاؤنج میں لے آئے جہاں سے وہ پہلی دستیاب فلائٹ سے جا سکتا تھا۔ خالد احمد بیزاری کے عالم میں ایک سیٹ پر ڈھیر ہو گیا۔ اس کا بیگ پاس رکھا تھا اور اس کے لیپ ٹاپ کا کیس اس کے شانے سے لٹک رہا تھا۔

صرف تین ہفتے پہلے وہ مڈل ایسٹ کے اس ملک میں ایک معزز صحافی تھا۔ اس کا نام اور ساکھ تھی۔ اس کے لکھے مضامین اور رپورٹس عرب ممالک میں لاکھوں افراد بہت غور سے پڑھتے تھے۔ لیکن صرف تین ہفتے میں سب کچھ ختم ہو گیا۔ اس نے پہلی بار عرب دنیا میں سیاسی بیداری پر ایک مضمون لکھا اور اس مضمون نے سب تبدیل کر دیا۔ اسے عوام کو اکسانے، حکمرانوں کے خلاف بے بنیاد الزامات عائد کرنے اور مقامی اقتدار کے خلاف بغاوت کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ اس پر ایک مقامی عدالت میں مقدمہ چلا اور اسے ملک سے نکل جانے کا حکم جاری کر دیا گیا۔ اس پر کوئی الزام ثابت نہیں ہوا تھا لیکن یہ مقامی عدالت کا استحقاق تھا کہ اگر وہ کسی غیر ملکی کو ملکی سلامتی کے لیے خطرہ سمجھے تو اسے ملک سے نکال سکتی تھی اور آئندہ کے لیے ملک میں اس کے داخلے پر پابندی بھی لگا سکتی تھی۔ خالد احمد کے ساتھ ایسا ہی ہوا تھا۔ اخبار اور اس کے چینل کی انتظامیہ اس کی طرف دار تھی لیکن ملکی قانون کے سامنے بے بس تھی۔ خالد احمد کو حراست سے اب رہائی ملی تھی۔ اس لاؤنج میں وہ اپنی مرضی سے جانے کے لیے آزاد تھا، سوائے ائرپورٹ سے باہر جانے کے۔

''مسٹر خالد احمد۔'' پاس سے آواز آئی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ایک عباپوش جوان مقامی شخص اس کے پاس کھڑا تھا۔ اس سے ذرا پیچھے ایک معمر آدمی کھڑا تھا۔ اس نے آف وہائٹ سفاری سوٹ پہنا ہوا تھا۔ عباپوش نے خالد کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ''مجھے احمد صبا الاشعر کہتے ہیں۔ یہ مسٹر شہاب علی ہیں۔'' اس نے سفاری سوٹ والے کی طرف اشارہ کیا۔

خالد نے ہاتھ ملایا۔ ''احمد صاحب! میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟''

شہاب علی آگے آیا، اس نے خالد سے ہاتھ ملایا۔ ''مسٹر خالد! آپ میرے کلائنٹ کے لیے کچھ کر سکتے ہیں؟''

خالد احمد نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

''آپ کا کلائنٹ؟''

''مسٹر جیکب مائر... وہ مائر فیملی کے سربراہ ہیں اور میں ان کا وکیل ہوں۔'' شہاب علی نے تعارف کرایا۔

''جیکب مائر... مائر اولیو آئل اسٹیٹ کا مالک؟'' خالد نے سوچتے ہوئے کہا۔

''وہی... مسٹر خالد۔''

''انہیں مجھ سے کیا کام ہو سکتا ہے؟''

شہاب علی نے خاص نظروں سے احمد صبا کی طرف دیکھا تو وہ فوراً ان سے دور چلا گیا۔ شہاب علی بولا۔ ''مسٹر خالد! ہمیں معلوم ہے کہ آپ اس وقت مشکل وقت سے گزر رہے ہیں اور آپ کو تبدیلی کی ضرورت ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، لبنان کا سفر آپ کے لیے بہت خوش گوار اور سود مند رہے گا۔''

خالد نے پہلی بار اس معاملے میں دلچسپی محسوس کی۔ ''سودمند سے کیا مراد ہے؟''

''اگر آپ فگرز میں سننا چاہتے ہیں تو ایک ملین امریکی ڈالرز۔''

☆☆☆

بیروت کا ہوائی اڈا جو اسرائیلی جارحیت کا شکار ہو کر تباہ ہو گیا تھا، اسے پھر سے تعمیر کر لیا گیا تھا۔ خالد اس سے پہلے بھی کئی بار لبنان آ چکا تھا۔ پہلی بار وہ اس وقت لبنان آیا تھا جب اسرائیلی جارحیت اور خلیج کی جنگ کے بعد بیروت امن کی راہ پر نظر آیا اور اس کی رونقیں بحال ہو رہی تھیں۔ اس کے اخبار کا ایک دفتر یہاں بیروت میں بھی تھا اس لیے بعد میں بھی آنا جانا لگا رہا۔ خالد احمد کا کیریئر صحیح معنوں میں یہیں سے شروع ہوا تھا۔ اس نے علاقے کی سیاست اور اس میں بین الاقوامی کردار پر کچھ ایسے مضامین لکھے جنہوں نے دھوم مچا دی۔ بنیادی طور پر خالد انگریزی میں صحافت کرتا تھا لیکن اس کے اخبار میں عربی ایڈیشن بھی چھپتا تھا اس لیے عرب قارئین کے لیے اس کا نام اجنبی نہیں رہا۔ چند سالوں میں خالد احمد نے اپنی شناخت ایک ایسے صحافی کے طور بنا لی تھی جس کے کالم کھرے اور بے باک ہوتے تھے، وہ نہ مغرب سے مرعوب ہوتا تھا اور نہ ہی مقامی انتہا پسندوں سے دبتا تھا۔ وہ جو بات سچ اور ٹھیک محسوس کرتا، اسے بیان کر دیتا تھا۔

خالد احمد کی عمر بیالیس سال تھی لیکن صحت مند، کسی قدر ہلکے جسم، بے داغ سرخی مائل سفید چہرے اور مناسب نقوش کی وجہ سے وہ تیس سال سے زیادہ کا نہیں لگتا تھا۔ اس کے بال بھی کریو کٹ تھے جس سے کم عمری کا تاثر جھلکتا تھا۔ باقاعدگی سے جم جانے سے اس کا جسم مضبوط اور کسا ہوا تھا۔ وہ مالی لحاظ سے زیادہ خوش حال نہیں تھا۔ اس کے اثاثوں میں سوائے ایک چھوٹے فلیٹ اور ایک گاڑی کے کچھ نہیں تھا۔ یہ دونوں چیزیں وہیں رہ گئی تھیں۔ اس کے بینک اکاؤنٹ میں ہمیشہ بس اتنی رقم ہوتی تھی جو ملازمت جانے کی صورت میں دو تین مہینے گزارے کے لیے کافی ہو۔ گزشتہ بیس سال میں اس نے جو کمایا تھا، اس کا زیادہ تر حصہ اس نے پاکستان میں موجود اپنے بھائی کو بھجوا دیا تھا۔ اس کا بھائی مجتبیٰ احمد اکاؤنٹنٹ تھا اور ایک ڈ... مناسب جاب پر تھا لیکن وہ بھائی کی مدد کے بغیر نہ تو گھر چلا سکتا تھا، نہ اپنے بچوں کو اچھی تعلیم دلا سکتا تھا۔

ائرپورٹ کے باہر ایک مائر کا ڈرائیور اس کا منتظر تھا۔ شہاب علی اس کے ساتھ ہی آیا تھا لیکن وہ ائرپورٹ سے رخصت ہو گیا... اسٹر ماڈل کی یہ لنکن پرانی لیکن نہایت شاندار کار تھی۔ خالد اس کی صوفہ نما نشست پر آرام سے بیٹھا باہر گزرنے والے مناظر دیکھ رہا تھا۔ اسرائیل کی بمباری کا اثر شمالی لبنان پر کم ہوا تھا۔ پھر بھی کہیں کہیں تباہ شدہ عمارتوں اور دوسری تعمیرات کا ملبا نظر آ رہا تھا۔ یہ زیادہ تر پہاڑی علاقہ تھا اور یہاں ہر طرف انگور، زیتون اور دوسرے پھلوں کے باغات بکھرے ہوئے تھے۔ جہاں صنوبر اور شاہ بلوط کے درخت نمایاں تھے۔ پہاڑوں پر سیدھے تنے والے بلند قامت درخت تھے۔ خالد تصور کر سکتا تھا کہ بہار میں یہ جگہ کس قدر حسین نظر آ سکتی ہے۔ اونچی نیچی پہاڑیوں پر چھوٹے چھوٹے قصبات بکھرے ہوئے تھے۔ کہیں کہیں عالی شان ولاز اور پیلس بھی دکھائی دے رہے تھے۔ دور سے یہ کھلونا نما عمارتیں بہت بھلی لگ رہی تھیں۔ سڑکوں کا نظام یہاں باقی لبنان سے کہیں بہتر تھا اس لیے سفر پُرسکون اور آرام دہ تھا۔ بیروت سے روانگی کے دو گھنٹے بعد وہ مائر اسٹیٹ میں داخل ہو رہے تھے۔ خالد نے اس کے بارے میں سن رکھا تھا لیکن دیکھا پہلی بار تھا۔

چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں جن پر زیتون کے باغات بکھرے ہوئے تھے اور ان پہاڑیوں کے گرد ایک تیز رفتار ندی یوں بل کھاتی ہوئی گزرتی تھی جیسے کسی بہت بڑے سانپ نے ناتراشیدہ زمرد اپنی کنڈلی میں جکڑ رکھے ہوں۔ ندی اتنی تیز رفتار تھی کہ اس میں کشتی چلانے یا تیراکی کا سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ گھوم کر نشیب میں آنے کے بعد یہ ایک کھائی میں جھیل بناتی تھی اور پھر اس جھیل سے چھوٹے چھوٹے جھرنے نکل کر مزید نیچے نشیب کی طرف سفر کرتے تھے۔ جھیل اور ندی کے بل کھاتے کنارے کے درمیان ایک چھوٹا سا معلق راستہ تھا جس پر سڑک بنی تھی اور یہی معلق سڑک مائر اسٹیٹ میں داخل ہونے کا واحد راستہ تھا۔ معلق راستہ کوئی پانچ سو گز کا تھا اور اس سے ایک وقت میں ایک ہی گاڑی گزر سکتی تھی۔ راستے کے دونوں جانب چیک پوسٹس تھیں۔ پہلی چیک پوسٹ کے گارڈ نے گاڑی اور ڈرائیور کو شناخت کرنے کے باوجود خالد کے بارے میں پوچھا۔

''یہ مسٹر جیکب کے مہمان ہیں۔'' ڈرائیور نے جواب دیا۔ ''مسٹر خالد احمد۔''

''کاغذات دکھائیں۔'' گارڈ نے اطلاع سے متاثر ہوئے بغیر کہا۔

خالد نے اسے اپنا پاسپورٹ پیش کیا۔ اس نے نام اور پھر خالد کی تصویر دیکھی اور مطمئن ہو کر بریکر ہٹانے کا اشارہ

www.Paksociety.com

کیا۔ کیبن میں بیٹھے گارڈ نے بٹن دبا کے مشینی بریکر کھول دیا۔ دوسری چیک پوسٹ پر بھی وہ اسی مرحلے سے گزرے۔ برقی آلات کی مدد سے کار کا معائنہ بھی ہوا کہ اس میں کوئی خطرناک چیز تو نہیں ہے۔ ان مراحل سے گزر کر کار دوبارہ پہاڑیوں کے درمیان بل کھاتی سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ خالد نے ڈرائیور سے پوچھا۔ ''کیا یہاں سیکیورٹی اسی طرح ہوتی ہے؟''

''جی جناب!'' ڈرائیور نے ادب سے کہا۔ ''یہ یہاں کی معمول کی سیکیورٹی ہے۔''

خالد نے دیکھا کہ اسٹیٹ کے آخری حصے میں تقریباً ہر پہاڑی پر ولاز یا کاٹیج بنے ہوئے تھے۔ ان کو چھوڑ کر باقی ہر جگہ زیتون کے درخت تھے۔ اسے زیتون کے علاوہ نہ تو کوئی درخت دکھائی دیا اور نہ ہی کھلی جگہ پر کوئی پودا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ اسٹیٹ کا ایک ایک مربع فٹ زیتون کے درختوں کے لیے مخصوص تھا۔ بالآخر کار ایک ولا کے راستے پر چڑھنے لگی۔ وہ پہاڑی کے سب سے اوپری حصے میں تھا۔ سفید اور سبز سنگ مرمر سے بنا یہ ولا دیکھنے میں ہی بے حد دلکش لگ رہا تھا۔ ڈرائیور نے آہستہ سے کہا۔ ''یہ مسٹر جیکب کی رہائش گاہ ہے۔''

''خاندان کے باقی افراد الگ رہتے ہیں؟'' خالد نے سرسری انداز میں پوچھا۔

''جی جناب!'' ڈرائیور نے اس بار مختصر جواب دیا۔ کار پیلس کے پورچ میں رکی اور ایک باوردی بٹلر نے کار کا دروازہ کھولا۔ خالد نیچے اتر آیا۔ یہاں سردی کی شدت بیروت کے مقابلے میں کہیں زیادہ تھی کیونکہ یہ زیادہ شمال اور زیادہ بلندی پر تھا۔ مائر اسٹیٹ جن پہاڑیوں پر تھی، ان کی اونچائی سطح سمندر سے ہزار میٹرز سے زیادہ تھی۔ خالد گرم اوورکوٹ میں ہونے کے باوجود ایک لمحے کو لرز اٹھا۔ اوورکوٹ اس نے ائرپورٹ کی ڈیوٹی فری شاپ سے لیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ لبنان میں ان دنوں شدید سردی ہے اور اس کے پاس کوئی گرم لباس نہیں تھا۔ بٹلر اسے ایک پرتعیش نشست گاہ میں لے آیا۔

''آپ یہاں تشریف رکھیں، میں مسٹر مائر کو آپ کی آمد سے مطلع کرتا ہوں۔'' بٹلر نے کہا اور چلا گیا۔ خالد نے کمرے کا جائزہ لیا۔ ایک طرف آتش دان کے ساتھ دیوار پر تصویریں لگی تھیں۔ خالد نزدیک جا کر تصویریں دیکھنے لگا۔ مائر خاندان اس کے لیے اجنبی نہیں تھا۔ کم سے کم جیکب مائر اس کا صورت آشنا تھا اگرچہ آمنے سامنے ملاقات کا یہ پہلا موقع تھا۔ اچانک عقب سے آواز آئی۔

''مسٹر خالد احمد!''

خالد نے مڑ کر دیکھا، جیکب مائر اس کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ اس کے اندازے سے زیادہ معمر ثابت ہوا۔ اگرچہ اس کے چاندی جیسے بال اس کے سر کا مکمل احاطہ کیے ہوئے تھے اور چہرہ سرخی مائل تھا۔ سب سے بڑھ کر اس کی آنکھوں کی چمک بہت تیز تھی۔ عمر نے انہیں ذرا بھی نہیں دھندلایا تھا۔ اس کے باوجود خالد کا اندازہ تھا کہ وہ کم سے کم بھی اسی سال کا ہے۔ اس نے گرم جوشی سے خالد سے ہاتھ ملایا۔ ''تمہیں یہاں دیکھ کر مجھے خوشی ہو رہی ہے۔ جس کام کے لیے تمہیں زحمت دی گئی ہے، اس سے قطع نظر میں تمہارے کالمز کا گرم جوش مداح ہوں۔ تم اپنا نقطۂ نظر بہت اچھے اور مناسب انداز میں بیان کرتے ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہارے ساتھ ٹھیک نہیں ہوا لیکن مجھے یقین ہے کہ اس سے تمہارے کیریئر پر زیادہ اثر نہیں پڑے گا۔''

جیکب مائر انگریزی میں بات کر رہا تھا۔ اس کا بٹلر اور ڈرائیور بھی انگریزی میں بات کرتے تھے۔ گویا اسٹیٹ میں انگریزی رائج تھی۔ فرانسیسی قبضے کی وجہ سے یہاں کی غیر ملکی زبان فرانسیسی تھی لیکن آزادی کے بعد یہاں امریکی اثر رسوخ بڑھا اور اسی مناسبت سے یہاں انگریزی نے بھی رواج پالیا تھا۔ ویسے مقامی طور پر سب عربی بولتے تھے۔ مائر خاندان فرانسیسی نژاد تھا اور بڑی حد تک خالص ہی چلا آ رہا تھا۔

''میں آپ کا شکر گزار ہوں مسٹر مائر۔'' خالد نے عربی میں جواب دیا۔ ''آپ چاہیں تو مجھ سے عربی میں بات کر سکتے ہیں۔''

''یہ اور اچھی بات ہے۔'' جیکب نے بھی عربی میں ہی کہا اور اپنے سامنے رکھی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ ''میں اس وقت چائے پیتا ہوں لیکن اگر تم پسند کرو تو کوئی دوسرا مشروب بھی پیش کیا جا سکتا ہے۔''

''شکریہ... میں بھی چائے پسند کروں گا۔'' خالد نے مسکرا کر کہا۔ ''ہمیں انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوئے ساٹھ سال سے زیادہ گزر چکے ہیں لیکن ابھی تک ان کی دی ہوئی بہت سی عادتیں ہمارے معمولات میں شامل ہیں۔''

جیکب نے بٹلر کی طرف دیکھا تو وہ کمرے سے رخصت ہو گیا۔ اسٹڈی میں تین طرف چھت تک بنی الماریوں میں کئی ہزار کتابیں موجود تھیں اور جیکب جس طرف بیٹھا تھا، اس کے عقب میں دیوار کا بڑا سا حصہ شیشے پر مشتمل تھا۔ یہ کھڑکی نہیں تھی اور نہ ہی اسے گلاس وال کہا جا سکتا تھا۔ اس

سے دور مزید اونچی ہوتی پہاڑیاں صاف دکھائی دے رہی تھیں۔ یہ منظر بہت خوب صورت تھا کیونکہ برف کی سفیدی اس پر حاوی تھی۔ خالد نے کہا۔ ''میں نے آپ کی اسٹیٹ کی تعریف سنی تھی لیکن اسے دیکھنے کا اتفاق پہلی بار ہوا ہے۔''

جیکب خوش ہو گیا۔ شاید یہ اس کا پسندیدہ موضوع تھا اس لیے وہ فوراً شروع ہو گیا۔ ''سلطنتِ عثمانیہ نے اس علاقے میں امن و امان قائم رکھنے اور مذہبی رواداری کو فروغ دینے کے سلسلے میں مائر خاندان کو یہ جاگیر بخشی تھی۔ شروع میں اس کا کل رقبہ تین مربع میل تھا لیکن بعد میں مختلف وقتوں میں اتنی ہی زمین ہم نے مزید حاصل کی۔ اب یہ اسٹیٹ چھ مربع میل رقبے پر محیط ہے۔ اس کے چار زون ہیں، ان میں سے تین زون اسی علاقے میں جونری کے احاطے میں ہے اور ایک زون اس سے باہر ہے۔ ہمارے آبا و اجداد نے بے پناہ محنت سے اس اونچی نیچی زمین کو زیتون کے بہترین باغات میں بدل دیا۔ خوش قسمتی سے یہ علاقہ زیتون کی کاشت کے لیے ویسے ہی مثالی ہے۔ رفتہ رفتہ ہم نے یہاں اپنی ایجاد کی ہوئی زیتون کی فصلیں اگائیں اور آج دنیا میں سب سے بہتر زیتون اس اسٹیٹ میں پیدا ہوتا ہے۔ اس زمین پر زیتون کے پچیس لاکھ پودے ہیں۔ ان میں سے ایک ایک پودا چنا ہوا ہے۔'' جیکب کا لہجہ فخریہ ہو گیا۔ خالد حیران ہوا۔

''پچیس لاکھ پودے...! ان کی دیکھ بھال کیسے کی جاتی ہے؟''

''اس کام کے لیے یہاں ایک ہزار سے زیادہ افراد پر مشتمل تجربہ کار عملہ ہے۔ ان میں ہر فرد اپنی جگہ بہترین ہے۔ میں اپنے کارکنوں کا خیال اپنے بچوں کی طرح رکھتا ہوں۔''

اس دوران میں بٹلر چائے اور اس کے لوازمات لے آیا اور اس نے جیکب اور خالد کو ان کی پسند کے مطابق چائے بنا کر سرو کی۔ اس کے جانے کے بعد خالد نے پوچھا۔ ''مائر اسٹیٹ مکمل طور پر آپ کی ملکیت ہے؟''

''نہیں، یہ خاندان کی مشترکہ ملکیت ہے لیکن اسٹیٹ کی سربراہی میرے خاندان میں ہے۔ وصیت کے مطابق سب سے بڑا بیٹا ہی اسٹیٹ کا سربراہ بنتا ہے۔''

''اگر بڑے بیٹے کا سربراہ بننے سے پہلے انتقال ہو جائے تو؟''

''اس صورت میں اس سے چھوٹا بیٹا ہے اور اگر کسی سربراہ کی کوئی اولاد نرینہ نہ ہو تو اس سے چھوٹے بھائی کا بڑا بیٹا خاندان کا سربراہ بنتا ہے۔ وہی تمام امور کی دیکھ بھال کرتا ہے اور فیصلے کرتا ہے۔ ابھی تک سربراہی میرے خاندان میں ہے لیکن میرے بعد یہ چھوٹے بھائی کے بڑے بیٹے کو منتقل ہو جائے گی۔ نفع میں حصہ ایک مخصوص تناسب سے سب کو ملتا ہے۔ اس وقت بھی خاندان کے کوئی بیس بائیس کے قریب ممبرز یہاں اسٹیٹ میں موجود ہیں اور اتنے ہی یہاں سے باہر لبنان اور دنیا کے دوسرے حصوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔''

خالد سوچ رہا تھا کہ بوڑھا اسے یہ سب کچھ اتنی تفصیل سے کیوں بتا رہا ہے۔ ویسے کوئی خاص بات اس کے ذہن میں چبھ رہی تھی لیکن وہ واضح نہیں تھی۔ جیکب کی دو بہنیں اور دو بھائی تھے۔ ان میں سے ایک بھائی اور ایک بہن کا انتقال ہو گیا تھا۔ جیکب مائر کی کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی بلکہ اس کی سرے سے کوئی اولاد نہیں تھی اس لیے اس کے بعد خاندان کی سربراہی اس کے چھوٹے بھائی ہنری کے اکلوتے بیٹے رونن کو منتقل ہو جاتی۔ ہنری کا انتقال ہو چکا تھا۔ جیکب نے اچانک کہا۔ ''تم سوچ رہے ہو گے کہ میں تمہیں یہ سب کیوں بتا رہا ہوں؟''

خالد چونکا پھر اس نے اعتراف کیا۔ ''آپ نے درست کہا، میں یہی سوچ رہا تھا۔''

''تم نے روتھی مائر کی گم شدگی کے کیس کے بارے میں سنا ہو گا؟''

جیکب کی زبان سے روتھی مائر کا ذکر سنتے ہی وہ بات جو یہاں آتے ہوئے مستقل خالد کے ذہن میں چبھ رہی تھی، سامنے آ گئی۔ یہ روتھی مائر کیس ہی تھا جس نے اولیو اسٹیٹ سے زیادہ مائر خاندان کو شہرت بخشی تھی۔ روتھی مائر کوئی تیس برس پہلے پراسرار طور پر غائب ہو گئی تھی اور پولیس کے خیال میں کسی نے اسے قتل کر کے لاش غائب کر دی تھی... کیونکہ اس کا کوئی سراغ سامنے نہیں آیا تھا۔ یہ کیس اتنا مشہور ہوا کہ اس کی رپورٹنگ یورپ اور امریکا تک کی گئی۔ اس پر کتابیں لکھی گئیں اور کچھ ٹی وی پروگرام بھی نشر ہوئے۔ خالد نے ایک لبنانی صحافی کی کتاب دیکھی تھی۔ اس نے تمام حالات و واقعات کو اپنی کتاب میں بیان کیا تھا لیکن وہ کسی نتیجے پر پہنچنے میں ناکام رہا تھا۔

''ہاں، میں جانتا ہوں۔''

جیکب ذرا آگے جھکا۔ ''پولیس اور لوگوں کا خیال ہے کہ روتھی کو کسی نے قتل کر کے غائب کر دیا تھا۔''

''آپ کا کیا خیال ہے؟''

''میرا خیال ہے کہ روتھی غائب ہے لیکن اسے کسی نے قتل نہیں کیا ہے... وہ زندہ ہے۔''

''اس خیال کے پیچھے کوئی وجہ تو ہو گی؟''

جیکب نے سر ہلایا اور پھر اٹھ کر میز کی دراز سے ایک خاکی لفافہ نکالا جس میں کوئی چیز تھی پھر اس نے وہ چیز نکال کر خالد کے سامنے رکھ دی۔ یہ ایک چھ بائی آٹھ انچ کے پلاسٹک شیشے کے فریم میں ہاتھ سے بنا اسکیچ تھا جس میں زیتون کا درخت پنسل سے بنایا گیا تھا۔ کام میں صفائی اور مہارت تھی۔ خالد نے اس کا معائنہ کیا اور سوالیہ نظروں سے جیکب کی طرف دیکھا تو اس نے کہا۔ ''یہ مجھے ڈاک سے ملا ہے، میری سالگرہ کا تحفہ ہے۔ اسے الٹ کر دیکھو تو اسکیچ میں تمہیں میرا نام بھی لکھا نظر آئے گا۔''

واقعی اسکیچ میں جیکب کا نام عربی زبان میں لکھا تھا۔ جیکب نے کچھ دیر بعد کہا۔ ''یہ ایک ایسی ہستی کی طرف سے بھیجا گیا ہے جسے میں نے آخری بار تیس برس پہلے دیکھا تھا۔''

خالد چونکا۔ ''آپ کا اشارہ روتھی کی طرف ہے جو تیس برس سے غائب ہے؟''

جیکب نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''وہ ٹھیک دو سال بعد اسی دن غائب ہوئی جب اس کا باپ ندی میں ڈوب گیا تھا۔''

''گم شدگی۔'' خالد نے پُر خیال انداز میں کہا۔ ''میری معلومات کے مطابق نہ تو کوئی لاش ملی اور نہ ہی کوئی ایسا سراغ ملا جس سے پتا چلے کہ وہ زندہ ہے؟''

جیکب نے سر ہلایا۔ ''پولیس نے برسوں اس کیس پر کام کیا ہے لیکن وہ روتھی کا سراغ لگانے میں ناکام رہی۔''

''آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ اسکیچ روتھی نے بنایا اور بھیجا ہے؟''

''وہ مجھے ہر سال سالگرہ پر اسی طرح اسکیچ بنا کر تحفے میں دیتی تھی۔ پہلی بار اس وقت تحفے میں اسکیچ دیا جب وہ صرف بارہ سال کی تھی، اس کے بعد اپنی گم شدگی تک باقاعدگی سے میری ہر سالگرہ پر اسکیچ بنا کر مجھے تحفے میں دیتی رہی۔ وہ اپنی اٹھارویں سالگرہ سے ایک مہینے بعد غائب ہوئی تھی، اس دن اسکول میں اسناد تقسیم کی جا رہی تھیں اور مقامی گورنر اسناد دینے آیا تھا۔''

''ٹھیک ہے مگر کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسکیچز روتھی ہی بھیج رہی ہے؟''

''ایک منٹ کے لیے میرے ساتھ آؤ۔'' بوڑھا جیکب اپنی نشست سے اٹھتے ہوئے بولا۔ وہ اسے اسٹڈی کے ساتھ ایک چھوٹے سے کمرے میں لایا جس میں آتش دان کی دیوار پر ایسے کوئی تین درجن اسکیچز لگے تھے۔ ان کا سائز ایک ہی تھا۔ قطع نظر اس سے کہ وہ زیتون کے درختوں کے مختلف اسکیچ تھے۔ سب میں اتنی مشابہت تھی کہ صاف لگتا تھا انہیں کسی ایک ہی شخص نے بنایا ہے۔ جیکب نے ایک خالی جگہ آنے والا اسکیچ بھی لگا دیا۔ جگہ پہلے سے طے شدہ تھی۔ ''یہ کل سینتیس اسکیچز ہیں۔ سات روتھی نے مجھے خود پیش کیے تھے اور باقی تیس مجھے ہر سال کوریئر سے ملے ہیں۔''

وہ واپس اسٹڈی میں آ گئے۔ ''پارسل کس پتے سے آتے ہیں؟''

''کوئی ایک جگہ نہیں ہے۔ مختلف ملکوں سے آتے ہیں اور کسی پر بھیجنے والے کا پتا نہیں ہوتا۔ تقریباً ہر پارسل ایک مختلف ملک سے آیا ہے... جیسے یہ ہانگ کانگ سے آیا ہے۔''

''آپ نے پولیس کو اس بارے میں بتایا ہے؟''

''بالکل... لیکن پولیس کا خیال ہے کہ کوئی میرے ساتھ بھونڈا مذاق کر رہا ہے۔ روتھی کا ان اسکیچز سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''

''پولیس نے اس بارے میں کوئی تفتیش نہیں کی کہ آپ کو کون یہ اسکیچز بھیج رہا ہے؟''

''تفتیش تو کی ہے لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ ہر جگہ سے پارسل براہِ راست کوریئر آفس پہنچایا گیا اور دینے والے نے اپنا نام پتا کچھ نہیں دیا۔ مختلف جگہوں پر مختلف افراد پارسل دینے آئے جن کی شناخت صرف مرد یا عورت کے طور پر کی جا سکی ہے، اس سے آگے کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔''

''آپ یا آپ کے خاندان نے روتھی کی تلاش اپنے طور پر کرنے کی کوشش کی ہو گی؟''

''کیوں نہیں کی... میں نے اٹلی کی ایک جاسوس فرم کی خدمات حاصل کیں اور وہ دو سال تک کام کرتی رہی لیکن وہ بھی ناکام رہی۔ پھر میں نے اخبارات میں اشتہار دیا۔ یہ اشتہار ہر سال روتھی کی گم شدگی کے دن دیا جاتا ہے، اس کی تصاویر اور دیگر کوائف کے ساتھ۔ انعام کا اعلان بھی کیا گیا تھا۔ اس سال یہ رقم بڑھ کر پانچ لاکھ امریکی ڈالرز تک پہنچ گئی ہے۔''

خالد حیران ہوا۔ ''پانچ لاکھ امریکی ڈالرز... یہ خاصی بڑی رقم ہے، اب تک کسی نے اسے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی؟''

جیکب پھیکے انداز میں مسکرایا۔ ''درجنوں لوگوں نے... لیکن وہ سب فراڈ نکلے۔ چند سال پہلے ایک شخص روتھی سے ملتی جلتی اور تقریباً اسی عمر کی نیم پاگل عورت کو لے آیا۔ میں بھی دھوکا کھا جاتا لیکن ڈی این اے ٹیسٹ نے حقیقت کھول دی۔''

''ایسا لگتا ہے آپ کو روتھی کے زندہ ہونے کا یقین

ہے؟''

اس سوال پر جیکب ہچکچایا۔ ''اگر مجھے باقاعدگی سے یہ اسکیچز نہ ملتے تو میں بھی دوسروں کی طرح یہی سمجھتا کہ روتھی اپنے باپ کی طرح ندی میں ڈوب کر مر گئی ہے۔''

''اس خیال کی وجہ؟''

''روتھی اسٹیٹ سے باہر جانے والے راستے سے نہیں گزری تھی۔ چیک پوسٹس سے بغیر چیکنگ کے کوئی نہیں گزر سکتا۔ وہ اکثر ندی کے اس مقام پر جاتی تھی جہاں اس کا باپ ڈوبا تھا، وہاں ڈھلان بہت خطرناک ہے۔ آدمی کا ذرا سا پاؤں پھسلا اور وہ ندی میں گیا۔ بہاؤ اتنا تیز ہے کہ ماہر تیراک بھی نہیں تیر سکتا۔''

خالد خاموش ہو گیا۔ چائے دوبارہ آئی اور اس بار جیکب نے خود چائے بنا کر خالد کو دی۔ ''میں چاہتا ہوں کہ تم روتھی کی گم شدگی کا معما حل کرنے کی کوشش کرو۔''

''اتنے عرصے بعد آپ کو یہ خیال کیوں آیا؟''

جیکب نے گہری سانس لی۔ ''میں عمر کے اس حصے میں ہوں جہاں آدمی کسی وقت بھی موت سے ملاقات کر سکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ مرنے سے پہلے جان لوں کہ روتھی کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ ممکن ہے وہ زندہ ہو یا جو بھی صورتِ حال ہو، میں اس حقیقت سے واقف ہونا چاہتا ہوں... اسی لیے تمہیں یہاں بلایا ہے۔''

''میں ہی کیوں؟''

''کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ تم ذہین آدمی ہو اور تحقیق کر سکتے ہو۔ میں نے تمہاری وہ رپورٹ دیکھی ہے جس میں تم نے مڈل ایسٹ میں قتل ہونے والے ایک فلسطینی لیڈر کے مرڈر کی تحقیق کی اور اس کا تعلق موساد سے ثابت کیا۔ بعد میں پولیس نے انہی خطوط پر تفتیش کر کے اپنی رپورٹ تیار کی تھی.... درحقیقت انہوں نے تمہارا کام استعمال کیا تھا۔''

''وہ الگ بات تھی۔ تفتیش کے بغیر بھی ساری دنیا جانتی تھی کہ لیڈر کے قتل میں اسرائیل ملوث ہے۔''

''وسائل نہ ہوتے ہوئے بھی تم حقائق کو بہت اچھی طرح اور مدلل انداز میں سامنے لائے۔ تمہارا تخیل بہت اچھا ہے، تم اپنے ذہن میں کسی واقعے کو جانچنے کی صلاحیت رکھتے ہو، اس لیے مجھے امید ہے تم روتھی کی گم شدگی کا معما بھی حل کر لو گے۔'' جیکب کے لہجے میں اصرار تھا۔

خالد سوچ میں پڑ گیا پھر اس نے ہچکچا کر کہا۔ ''بات بہت پرانی ہو گئی ہے۔ اب لوگوں سے اس معاملے میں شاید مدد نہ مل سکے گویا اگر میں کوشش کرتا ہوں تو مجھے صرف ریکارڈ پر گزارہ کرنا ہو گا۔''

''تقریباً ایسا ہی ہے۔ البتہ اس کیس کا تفتیشی انچارج زید الکافی اب یہاں کا پولیس چیف ہے۔ اس وقت وہ نیا نیا پولیس آفیسر بنا تھا۔ اس سے بھی مدد مل سکتی ہے۔''

''ٹھیک ہے مسٹر مائر... میں اس بارے میں غور کروں گا۔''

جیکب نے سر ہلایا۔ ''اگر تم یہ ذمے داری قبول کرتے ہو تو تمام اخراجات اور تمہاری فیس بھی ادا کی جائے گی۔ اس کے علاوہ کامیابی کی صورت میں ایک ملین امریکن ڈالرز کا انعام ہے۔''

ایک ملین ڈالرز خاصی بڑی رقم تھی اور خالد ضرورت مند تھا۔ یہ رقم اسے سالوں کے لیے فکرِ معاش سے آزاد کر سکتی تھی۔ وہ مشرقِ وسطیٰ کی سیاست پر ایک کتاب لکھنا چاہتا تھا لیکن اس کے لیے اسے فکرِ معاش سے آزادی درکار تھی۔ جیکب مائر کی پیش کش پُرکشش تھی پھر بھی وہ اس معاملے پر سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہتا تھا۔ جیکب اسے غور سے دیکھ رہا تھا، اس نے کہا۔

''تم آرام سے جواب دے سکتے ہو۔ جب تک دل چاہے یہاں قیام کرو۔ میں نے کہا نا، اس معاملے سے قطع نظر میں تمہارا مداح بھی ہوں اور تمہاری میزبانی کر کے مجھے خوشی ہو گی۔ تم مشکل وقت دیکھ کر آ رہے ہو اور تمہیں تبدیلی کی ضرورت ہے۔''

''میں شکر گزار ہوں۔''

جیکب کھڑا ہو گیا۔ ''میرا خیال ہے تم آرام کرو گے۔ تم سے رات کے کھانے پر ملاقات ہو گی۔''

بٹلر نے خالد کو ایک پُر تعیش کمرے میں پہنچایا جو مہمانوں کے لیے مخصوص تھا۔ خالد نے اپنا سامان رکھا اور لیپ ٹاپ کھول کر انٹرنیٹ کنکشن چیک کیا۔ اس کا اندازہ درست نکلا۔ یہاں کوئی وائرلیس روٹر موجود تھا جو وائی فائی کی مدد سے انٹرنیٹ کنکشن دے رہا تھا۔

☆☆☆

لیلیٰ دفتر میں داخل ہوئی تو اندر موجود ابھری آنکھوں والے اس ادھیڑ عمر شخص نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرانے لگا۔ ''لیلیٰ! تم بہت تاخیر سے آئیں، مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم اتنی حسین نکلو گی۔''

آدمی کا نام ماجد مائیکل تھا۔ عرفِ عام میں ایم ایم کہلانے والا یہ شخص لبنان کے جانے پہچانے سیاست دانوں اور سماجی لیڈروں میں شامل تھا۔ ہر سیاست داں اور سماجی

لیڈر کی طرح اس کے بارے میں بھی بہت سی کہانیاں مشہور تھیں۔ لیکن کبھی ان کہانیوں کو ثابت نہیں کیا جا سکا تھا۔ ایک بار وزیر بھی رہ چکا تھا۔ لیلیٰ خاموش کھڑی رہی تو اس نے اشارہ کیا۔ ''بیٹھ جاؤ۔ تم جانتی ہو، اب میں تمہارا گارجین ہوں۔''

وہ اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گئی اور سرد لہجے میں بولی۔ ''تمہیں کس نے میرا گارجین مقرر کیا ہے؟''

''تمہارے پچھلے گارجین نے۔ اسے معلوم تھا کہ جلد کینسر اس کی جان لے لے گا۔ اسے تمہاری فکر تھی۔''

لیلیٰ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس کے سابق گارجین کو اس کی کتنی فکر تھی۔ یہ سال خوردہ گدھوں کا ٹولہ تھا جو اس کی دولت اور جوانی پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔ اگر لیلیٰ ان کی بات مان جاتی تو اسے فکرِ معاش کے لیے یوں جدوجہد نہ کرنی پڑتی۔ بہرحال، وہ اس زندگی سے زیادہ ناخوش نہیں تھی۔ اٹھارہ سال کی عمر تک وہ ایک ایسے ادارے کی تحویل میں رہی جہاں اسے عمارت سے باہر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ یہیں سے اس نے ہائی اسکول پاس کیا تھا اور پھر اسے باہر جانے کی اجازت دے دی گئی۔ لیکن یہ اجازت مشروط تھی۔ اس کا ایک گارجین تھا جو اس کی دولت کا نگران تھا۔ اس کا باپ گیری رچرڈ اس کے لیے بہت دولت چھوڑ گیا تھا لیکن وہ اس میں سے ایک ڈالر بھی اپنی مرضی سے خرچ کرنے کی مجاز نہیں تھی۔ لیلیٰ نے سگریٹ سلگایا اور ماجد سے پوچھا۔

''پینٹ ہاؤس میں اب تم رہتے ہو؟''

وہ مسکرایا۔ ''نہیں... مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں، تم چاہو تو وہاں رہ سکتی ہو لیکن...'' اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

لیلیٰ جانتی تھی کہ اس ''لیکن'' کے آگے کیا ہے۔ وہ اپنا بیگ سنبھالتی ہوئی کھڑی ہو گئی اور دروازے کی طرف بڑھی۔ عقب سے ماجد نے پکار کر کہا۔ ''تمہیں جب رقم یا کسی چیز کی ضرورت ہو تو تم یہاں آ سکتی ہو۔''

لیلیٰ کوئی جواب دیے بنا باہر نکل آئی۔

☆☆☆

خالد کو خلافِ توقع رات بہت اچھی اور گہری نیند آئی۔ رات کے کھانے کے بعد وہ اور جیکب کافی کی میز پر شطرنج کھیلتے رہے۔ جیکب ماہر تھا لیکن خالد نے اسے آسانی سے جیتنے نہیں دیا۔ وہ حیران تھا۔ دلچسپی نہ ہونے کے باوجود خالد شطرنج کی چالوں کو سمجھ جاتا تھا۔ اس نے خالد کو مشورہ دیا کہ وہ باقاعدگی سے اس کھیل کی طرف توجہ دے۔ ناشتا خالد نے اپنے کمرے میں کیا اور پھر اوورکوٹ پہن کر باہر نکل آیا۔ آسمان پر سفید بادل تھے اور ہلکی ہوا چل رہی تھی۔ برف باری کا امکان نہیں تھا۔ وہ لان میں چہل قدمی کر رہا تھا کہ جیکب... بھی آ گیا۔ وہ گرم کپڑوں میں ملبوس تھا۔ وہ خالد کو دیکھ کر خوش ہوا۔ ''واک ہو رہی ہے؟''

''ہاں، میں کوشش کرتا ہوں کھانے کے بعد چلتا پھرتا رہوں۔''

''صحت کا اولین اصول۔'' جیکب نے سر ہلایا۔ ''میں خود بھی اس پر عمل کرتا ہوں۔ اگر تمہارا موڈ ہے تو تمہیں اسٹیٹ کے رہائشی حصے کی سیر کراتا ہوں۔''

خالد اس کے ساتھ چل پڑا۔ وہ ولا والی پہاڑی سے نیچے آئے۔ جیکب نے سامنے والی پہاڑی کی طرف اشارہ کیا۔ ''اس پر نظر آنے والی عمارت روتھی کے باپ ہنری کی ملکیت ہے۔ اب یہاں اس کا بیٹا رونن رہتا ہے۔ اس کے برابر والی پہاڑی کی عمارت میری بہن مارین کی ملکیت تھی، اب یہاں اس کی اکلوتی بیٹی نتاشا رہتی ہے۔ اس سے پچھلی والی پہاڑی پر اس سے چھوٹی بہن ریتا کا گھر ہے۔ اس کی کوئی اولاد نہیں ہے، وہ اکیلی رہتی ہے۔''

وہ پگڈنڈی پر چل رہے تھے۔ ذرا آگے آ کر جیکب نے ایک نسبتاً چھوٹی پہاڑی پر بنے لکڑی کے سفید رنگ کے دو منزلہ کاٹیج کی طرف اشارہ کیا۔ ''یہ میرے دوسرے بھائی جوزف کی قیام گاہ ہے۔ اس کے تین بچے ہیں لیکن وہ سب اسٹیٹ سے باہر رہتے ہیں۔''

آس پاس کی دوسری پہاڑیوں پر جیکب کے دوسرے رشتے دار آباد تھے۔ یہاں کل ملا کر ایک درجن کے قریب ولاز اور مکانات تھے۔ وہ اتنا آگے آ گئے تھے کہ خالد نے محسوس کیا کہ جیکب تھکنے لگا ہے۔ ''میرا خیال ہے آپ تھک گئے ہیں۔''

''نہیں، میں ابھی نہیں تھکا ہوں۔'' جیکب نے ہانپتے ہوئے کہا۔ ''میں تمہیں ایک خاص جگہ دکھانا چاہتا ہوں۔''

خالد خاموش ہو گیا۔ وہ چلتے رہے۔ جب وہ کسی جگہ کے پاس سے گزرتے تو جیکب اس جگہ کے بارے میں بتاتا۔ اس کی سانسوں کی رفتار بڑھ رہی تھی لیکن وہ رکا نہیں۔ بالآخر ایک چھوٹی سی ترچھی پہاڑی کے پاس رکا اور تیز سانسوں کے درمیان بولا۔ ''وہ اوپر... بنا ہوا لکڑی کا... ہٹ دیکھ رہے ہو... وہ ہنری کی ملکیت تھا... جوانی میں وہ بہت سا... وقت یہیں گزارتا تھا... اس پہاڑی کے دوسری طرف... ندی کا وہ حصہ ہے جس میں... ڈوبنے سے اس کی

جان گئی تھی۔''

''ہنری کی موت حادثاتی تھی؟''

''سو فیصد۔'' جیکب نے زور دے کر کہا۔ ''اس طرف سوائے اس کے کوئی اور نہیں جاتا تھا۔ اور جس وقت وہ ندی میں گرا اس نے شراب پی رکھی تھی۔ الکوحل معمول سے پانچ گنا زیادہ مقدار میں اس کے خون میں شامل تھی۔''

''ہنری اپنا گھر چھوڑ کر زیادہ تر یہاں رہتا تھا تو اس جگہ کی کیا اہمیت ہوئی؟''

''میں نہیں جانتا لیکن ہنری کے مرنے اور رونن کے یہاں سے جانے کے بعد یہ جگہ ویران ہو گئی۔ یہاں کوئی نہیں آتا تھا۔ البتہ ایک بار میں نے روتھی کو اس ہٹ سے نکلتے دیکھا تھا۔''

''رونن کہاں گیا تھا؟''

جیکب اس کا جواب دیتے ہوئے ہچکچایا پھر اس نے کہا۔ ''مجھے ٹھیک سے نہیں معلوم لیکن وہ فرانس گیا تھا۔ اس نے اناٹومی کا کورس بھی وہیں سے کیا تھا۔''

''روتھی یہاں کیا کر رہی تھی اور یہ اس کے غائب ہونے سے کتنے دن پہلے کی بات تھی؟''

''میں نے پوچھا نہیں اور اس نے بتایا بھی نہیں۔ اور یہ شاید ایک مہینے پہلے کی بات تھی۔ میں یہ سب باتیں تمہیں اس لیے بتا رہا ہوں کہ اگر تم یہ معما حل کرنے پر راضی ہو گئے تو بہت ساری چیزیں پہلے سے تمہارے علم میں ہوں۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے ہاتھ اٹھا کر گھڑی دیکھی اور مڑا تو عقب سے ایک چھوٹی کار چلی آ رہی تھی، یہ گالف کورس میں استعمال ہونے والی گاڑی تھی جو چھوٹے فاصلوں کے لیے مخصوص ہوتی ہے۔ اس نے روانگی سے پہلے اپنے بٹلر کو گاڑی لانے کا کہہ دیا تھا۔ بٹلر نے گاڑی پاس آ کر روکی اور جیکب اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھ گیا، اس نے خالد سے پوچھا۔ ''تم چلو گے؟''

''نہیں، میں اسی طرح پیدل چلنا پسند کروں گا۔''

جیکب نے سر ہلایا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔

☆☆☆

لیلیٰ [illegible] قدموں سے جا رہی تھی کہ اس کی [illegible] [illegible] ایک جھٹکے سے رک [illegible] لے رک کر اخبار خریدا [illegible] چند منٹ بعد وہ اس عمارت میں داخل ہوئی جس کے پانچ [illegible] اور آخری فلور پر اس کا فلیٹ تھا۔ لفٹ نہیں تھی، وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچی۔ یہ ایک بڑے سے کمرے کا فلیٹ تھا جس میں ہر طرف سامان بکھرا ہوا تھا۔ درمیان میں ایک بڑی سی میز پر کمپیوٹر کے مختلف آلات رکھے تھے اور اس کے سامنے دیوار پر روتھی مائر کی ایک بڑی تصویر پن کی ہوئی تھی۔ لیلیٰ کچھ دیر روتھی کی تصویر دیکھتی رہی پھر اس نے اخبار میز پر پھینکا اور بیگ سے لیپ ٹاپ نکال کر اس میں انٹرنیٹ وائر لگایا۔ سسٹم آن کر کے اس نے تیزی سے کی بورڈ پر انگلیاں چلائیں۔ چند لمحے بعد اسکرین پر اسی شخص کی تصویر ابھری جس کی تصویر اخبار میں دیکھ کر وہ رک گئی تھی۔ تصویر کے ساتھ ہیڈ لائن بھی تھی۔

''مڈل ایسٹ کا معتوب صحافی لبنان پہنچ گیا۔ وہ مائر فیملی کے سربراہ جیکب مائر کا مہمان ہے۔''

لیلیٰ نے اخبار اٹھا کر دیکھا۔ رپورٹر نے یہاں بھی مختصر خبر دی تھی کہ خالد احمد اچانک بیروت پہنچا اور یہاں سے وہ مائر اسٹیٹ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کی آمد پُراسرار تھی۔ خاص بات یہ تھی کہ اسی پرواز سے جیکب مائر کا وکیل شہاب علی بھی واپس آیا تھا۔ لیلیٰ کچھ دیر سوچتی رہی پھر اس نے اخبار اٹھا کر ایک طرف پھینک دیا اور لیپ ٹاپ پر جھک گئی۔ اب وہ ماجد مائیکل کے بارے میں انٹرنیٹ پر موجود مواد کھنگال رہی تھی۔ جلد اسے معلوم ہو گیا کہ ماجد ایک بڑی امپورٹ ایکسپورٹ فرم میں شراکت دار تھا۔ یہ فرم بحیرۂ روم کے ممالک کے درمیان تجارت کرتی تھی۔ اس کی تجارت تین براعظموں تک پھیلی ہوئی تھی۔ فرم کا دفتر قبرص میں تھا اور یہ لبنان میں بھی رجسٹرڈ تھی۔ کام کرتے ہوئے اچانک اس کی نظر روتھی کی تصویر پر گئی اور وہ رک گئی.... تصویر اخبار سے کاٹی ہوئی تھی اور اس کے نیچے پانچ لاکھ امریکی ڈالرز کے انعام کا اعلان بھی تھا۔ لڑکی کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکان تھی جیسے وہ چیلنج کر رہی ہو کہ یہ معما حل کر کے دکھاؤ۔ وہ چند لمحے تصویر کو گھورتی رہی اور پھر شانے جھٹک کر دوبارہ لیپ ٹاپ پر جھک گئی۔

☆☆☆

جیکب مائر خوش تھا۔ اس نے خالد سے کہا۔ ''تو تم اس کام کے لیے آمادہ ہو... مجھے یہی امید تھی۔''

خالد نے سر ہلایا۔ ''لیکن مجھے کام کے لیے کوئی الگ جگہ چاہیے۔ بے شک چھوٹی ہو اور زیادہ سہولتیں نہ ہوں لیکن وہاں کوئی میرے کام میں مداخلت نہ کرے۔''

''ایک ایسی جگہ ہے اور اسٹیٹ میں ہی ہے۔ وہاں کوئی نہیں جاتا ہے۔ تمہارے کام کے لحاظ سے بہت موزوں ہے۔ تم دیکھو گے تو یقیناً پسند کرو گے۔''

ایک گھنٹے بعد جیکب اسے اسٹیٹ کے بیرونی حصے میں لایا جہاں اسٹیٹ کے آخری حصے میں ایک چھوٹا سا جنگل تھا اور یہ جیکب کی ملکیت تھا۔ اس سے آگے خودرو جنگل تھا اور یہاں شکار بھی ملتا تھا۔ خاص طور سے خرگوش اور ایک خاص نسل کے ہرن کا شکار ہوتا تھا۔ یہ سفیدے اور شاہ بلوط کے درختوں کے درمیان لکڑی سے بنا ہوا چھوٹا سا کیبن تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اسے کسی عام آدمی نے خود بنایا ہے۔ تعمیر میں صفائی نہیں تھی۔ خالد کا اندازہ درست نکلا۔ جب جیکب نے کیبن کے دروازے کا تالا کھولا اور اسے اندر آنے کے لیے کہا۔ ''جوانی کے دنوں میں میں نے اسے خود بنایا تھا پھر جب تک عمر نے اجازت دی، میں یہاں آتا رہا۔''

کیبن بڑا اور ایک ہی کمرے پر مشتمل تھا۔ البتہ بیڈروم کو کارڈبورڈ کی دیوار سے باقی کیبن سے الگ کر دیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی باتھ روم تھا۔ کیبن میں ایک صوفہ سیٹ اور اس کے ساتھ ہی بڑی سی میز تھی جو کام کے لیے بہترین تھی۔ دیواروں کے ساتھ کئی الماریاں بنی ہوئی تھیں جن کے شیلف فی الحال خالی تھے۔ خالد کو یہ جگہ پہلی نظر میں پسند آگئی۔ تحقیقی اور علمی کاموں کے لیے ایسی ہی جگہ مناسب ہوتی ہے۔

''تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ کھانے پینے کا انتظام میرے پاس سے بھی ہوسکتا ہے۔''

''یہی مناسب رہے گا۔'' خالد نے کہا۔ ''میں آج ہی یہاں منتقل ہو جاتا ہوں لیکن پہلے مجھے کچھ خریداری کرنا ہو گی۔ مجھے آنے جانے کے لیے کوئی سواری مل سکتی ہے؟ میرے پاس انٹرنیشنل ڈرائیونگ لائسنس ہے۔''

''تم آرام سے کام کرو، مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔'' جیکب نے اس کا شانہ تھپکا۔ ''میرے پاس کئی کاریں ہیں لیکن بہتر ہوگا، تم کرائے پر گاڑی لے لو۔ یہ بھی اخراجات میں شامل ہوگی۔''

''یہ زیادہ بہتر رہے گا۔''

وہ دونوں باہر نکل آئے۔ خالد نے اچانک پوچھا۔ ''اگر روتھی کو قتل کیا جا چکا ہے تو آپ کے خیال میں اس کا قاتل کون ہوسکتا ہے؟''

''خاندان کا کوئی فرد۔'' جیکب نے بلا جھجک کہا۔ ''کیونکہ جس وقت وہ غائب ہوئی، یہاں کوئی غیر متعلقہ فرد نہیں تھا۔''

''آپ کو کسی پر شک ہے؟''

''کسی پر نہیں ہے۔۔۔'' جیکب نے اپنی گاڑی کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ اس کا ڈرائیور دروازہ کھولے کھڑا تھا۔ اندر بیٹھنے سے پہلے جیکب نے خالد کی طرف دیکھا اور بلند آواز سے بولا۔ ''سب پر ہے۔''

خالد خاموش کھڑا اسے جاتا دیکھتا رہا۔

☆☆☆

لیلیٰ نے کتابوں اور رسائل کا ایک ڈھیر میز پر رکھا ہوا تھا۔ یہ سب کتابیں روتھی مائر کے بارے میں تھیں۔ اس نے اپنی جیبیں ٹٹولیں۔ اس کے خیال میں اس کی جیب میں کہیں کچھ رقم ہوگی لیکن اس کے ہاتھ صرف چند سکے آئے۔ اس نے چند دن پہلے جو رقم کمائی تھی، وہ خرچ ہو چکی تھی۔ اب اس کے پاس بس اتنی رقم تھی جس سے رات کا کھانا کھا سکتی۔ اس پر اکثر ایسی نوبت آجاتی تھی اور زندگی کی بے شمار راتیں اس نے بھوک سے کروٹیں لیتے ہوئے گزاری تھیں۔ اس نے سکے واپس جیب میں ڈال لیے اور کام کی طرف متوجہ ہوگئی۔ وہ کتابیں اور رسائل دیکھتی رہی۔ ایک لفافے میں بے شمار اخباری تراشے تھے۔ کئی گھنٹے بعد اس نے انگڑائی لی اور سر کرسی کی پشت سے لگا لیا۔

اچانک اسے خالد کا خیال آیا۔ وہ مائر اسٹیٹ کیوں آیا تھا؟ اسٹیٹ کے سربراہ جیکب مائر کا وکیل شہاب علی اس میں کیوں دلچسپی لے رہا تھا؟ اور اس نے خالد کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کیوں کی تھی؟ کیا جیکب مائر خالد سے روتھی مائر کی گم شدگی کے بارے میں کوئی کام لینا چاہتا تھا؟ یہ خیال آتے ہی وہ سیدھی ہوگئی۔ چند لمحے بعد اسے لگنے لگا کہ یہی بات ہوسکتی ہے۔ اس نے اپنا لیپ ٹاپ آن کیا۔ اس نے مخصوص چیٹ سافٹ ویئر پر خالد احمد کو نام سے تلاش کیا اور اسے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اس کا نام آگیا تھا۔ یعنی وہ بھی میک بک ہی استعمال کرتا تھا۔ اس نے خالد کو پیغام بھیجا کہ وہ اسے ایڈ کرلے تاکہ وہ اس سے چیٹ کر سکے۔ خالد اس وقت آف لائن تھا، وہ آن لائن ہوتا تو اسے یہ پیغام مل جاتا۔ اس نے نوٹ بک بند کر دی اور اب اسے پھر سے رقم کا خیال ستانے لگا۔۔۔ اور رقم فی الحال ایک ہی جگہ سے مل سکتی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ ماجد مائیکل کی طرف سے رقم کس شرط پر ملے گی اور وہ کسی صورت اس کی یہ شرط ماننے کے لیے تیار نہیں تھی۔ اسے کوئی دوسرا ذریعہ ہی تلاش کرنا تھا۔ اچانک اسے خیال آیا۔ اس نے ماجد مائیکل کی زندگی کے خفیہ گوشوں کے بارے میں تحقیق نہیں کی ہے۔

☆☆☆

خالد ایک پرانی کرسلر کار سے اترا۔ پرانی ہونے کے باوجود یہ بہت اچھی کنڈیشن میں تھی اور اسے ایک ہفتے کے لیے مناسب کرائے پر مل گئی تھی۔ وہ کچھ خریداری کر کے آیا تھا۔ اسے یہاں کے موسم کی مناسبت سے کپڑوں اور بعض دوسری چیزوں کی ضرورت تھی۔ اس کے پاس رقم تھی پھر بھی جیکب نے اسے پیشگی رقم دے دی تھی۔ اندر آکر اس نے سامان رکھا اور سب سے پہلے بھٹی میں مزید لکڑی ڈالی۔ سردی کی شدت میں اضافہ ہوگیا تھا۔ اس نے الیکٹرک کیتل میں کافی کے لیے پانی گرم ہونے رکھ دیا۔ اس نے چیزیں ترتیب دے لی تھیں۔ میز پر لیپ ٹاپ اور کمپیوٹر سے متعلق دوسرے آلات سیٹ کر لیے تھے۔ اچانک کیبن کا دروازہ کھلا اور جیکب مائر اندر آیا۔ اس نے کیبن کا معائنہ کیا اور سر ہلایا۔

''میرا خیال ہے کہ تم کام کے لیے تیار ہوگئے ہو۔ میں تمہاری مدد کے لیے کچھ چیزیں لے آیا ہوں۔''

جیکب مائر کے عقب میں اس کے آدمی بڑے بڑے کارٹن اٹھا کر لا رہے تھے۔ انہوں نے کارٹن سلیقے سے ایک طرف لگانا شروع کر دیے۔ خالد نے کافی بنا کر جیکب مائر کو بھی دی۔ اس نے شکریہ ادا کیا اور بولا۔ ''ان کارٹن میں روتھی مائر کیس سے متعلق ہر ممکن دستاویز موجود ہیں۔ ایک کارٹن میں اخباری تراشے ہیں۔''

''مجھے زیدالکافی کی مدد بھی چاہیے۔''

''تم اس سے اس کے دفتر میں مل سکتے ہو۔ میرا حوالہ دو گے تو وہ تم سے تعاون کرے گا۔ ویسے وہ بہت ذہین اور فرض شناس پولیس افسر ہے۔''

جیکب مائر نے کافی کا خالی مگ میز پر رکھا اور اپنے آدمیوں سمیت رخصت ہوگیا۔ خالد دوبارہ سامان کی طرف متوجہ ہوا۔ اس میں سے گرم کپڑے نکال کر الماری کے ایک خانے میں رکھے اور دوسرے خانے میں ضرورت کا دوسرا سامان رکھا۔ وہ لنچ لے آیا تھا اور یہاں کھانا گرم کرنے کے لیے ایک مائکرو ویو اوون بھی تھا۔ مگر لنچ سے پہلے وہ غسل کرنا چاہتا تھا اور اس سے پہلے اس نے اپنی میل چیک کر لینا مناسب سمجھا۔ خاصی تعداد میں ای میل آئی ہوئی تھیں۔ اس نے سرسری نظر سے دیکھا پھر میک بک کا چیٹ سافٹ ویئر [illegible] تو اسے کسی لڑکی ۔۔۔۔۔ کی جانب سے پیغام ملا۔ وہ [illegible] تھی کہ خالد اسے ایڈ کرلے۔ خالد نے اس کی پروفائل [illegible] تو اس میں کوئی معلومات نہیں تھیں۔ اسے اکثر [illegible] آتی رہتی تھیں اور وہ ان کو مسترد کر دیتا تھا۔ ان آئی ڈی کے ساتھ معلومات بھی نہیں تھیں۔ وہ انکار کرنے جا رہا تھا کہ اسے خیال آیا اور اس نے پوچھا۔

''تم کون ہو؟''

جواب بھیج کر وہ روتھی مائر کیس کی تحقیقات کی طرف متوجہ ہوا۔ اس میں پولیس رپورٹ جامع تھی۔ روتھی مائر اٹھارہ سال کی عمر میں عین اس دن غائب ہوئی جب اس کے اسکول میں ہائی اسکول پاس کرنے والے طلبہ کو اسناد دی جا رہی تھیں۔ طلبہ کے مشترکہ گروپ میں اس کی تصویر موجود تھی۔ یہ تصویر صبح نو بجے کے قریب لی گئی تھی۔ ساڑھے نو بجے روتھی واپس اسٹیٹ آئی اور آخری بار اسے اس کے باپ کے گھر میں دیکھا گیا۔ اس کے بعد کسی کو نہیں معلوم کہ وہ کہاں چلی گئی۔ شام چار بجے جیکب مائر کی طرف سے پولیس کو روتھی کی گم شدگی کی اطلاع دی گئی۔ پولیس نے اسٹیٹ اور آس پاس کے سارے علاقے کو چھان مارا۔ ندی اور جھیل میں بھی دیکھ لیا گیا۔۔۔ اگر روتھی ندی میں گری تھی تو اس کی لاش یقیناً جھیل سے آگے کسی ندی میں بہہ گئی تھی لیکن پولیس کو کہیں سے بھی کسی نوجوان لڑکی کی لاش ملنے کی اطلاع نہیں ملی۔

روتھی مائر نرم مزاج، ہنس مکھ لڑکی تھی۔ جیکب مائر اسے بہت پسند کرتا تھا۔ وہ بھی باپ کی نسبت اپنے تایا کے زیادہ نزدیک تھی۔ نتاشا سے بھی روتھی قریب تھی لیکن یہ قربت اتنی نہیں تھی کہ نتاشا اس کے بارے میں سب کچھ جاننے کا دعویٰ کر سکتی۔ ویسے بھی جب روتھی غائب ہوئی تو نتاشا صرف آٹھ برس کی تھی۔ اس نے پولیس کو بتایا کہ وہ بالکل نہیں جانتی کہ روتھی کب اور کیسے غائب ہوگئی۔ نہ ہی وہ اس امر سے واقف تھی کہ روتھی کے ساتھ کیا گزری تھی۔ ہنری کا اس واقعے سے دو سال پہلے انتقال ہو چکا تھا اور روتھی کا بھائی رونن باپ کے مرنے کے بعد فرانس چلا گیا تھا۔ گم شدگی والے دن روتھی کے اسکول میں اسناد کی تقسیم ہو رہی تھی اور گورنر مہمانِ خصوصی تھا۔ پولیس نے اس موقع کی تصاویر حاصل کی تھیں۔ یہ سرکاری فوٹو گرافر کی لی ہوئی تصاویر تھیں۔ ان میں روتھی اپنے ساتھیوں کے درمیان موجود تھی۔ اگلی تصویر میں وہ سامنے دائیں طرف دیکھ رہی تھی اور پھر اس سے اگلی تصویر میں وہ گروپ سے نکل کر جاتے ہوئے دکھائی دے رہی تھی۔ یہ تصاویر پولیس رپورٹ کے ساتھ موجود تھیں۔ اسٹیٹ کے چیک پوسٹس نگرانوں کے مطابق روتھی واپس آئی تھی۔ وہ نو بج کر پینتیس منٹ پر اسٹیٹ میں داخل ہوئی تھی۔

روتھی کے سامان میں سے کوئی چیز غائب نہیں تھی۔ اس کے کپڑے اور تمام ذاتی سامان موجود تھا۔ حتیٰ کہ اس کی دستاویزات تک موجود تھیں۔ صرف وہی اسکول کا لباس نہیں

www.paksociety.com

تھا جو اس نے اس وقت پہن رکھا تھا۔ خالد نے پولیس رپورٹ کا ایک ایک لفظ غور سے پڑھا اور اس نے محسوس کیا کہ اسے اس سے کوئی مدد نہیں مل سکتی۔ وہ سوچنے لگا کہ آغاز کہاں سے کرے؟ انسانوں سے یا اس مواد سے جو جیکب مائر نے لاکر دیا تھا۔ شاید اسے دونوں سے آغاز کرنا تھا۔ اسے کوئی جلدی نہیں تھی کیونکہ جیکب مائر نے اسے کیس پر اس وقت تک کام کرنے کو کہا تھا جب تک وہ اسے حل نہیں کرلیتا یا ناکامی تسلیم نہ کرلیتا۔ وہ کارٹن سے دستاویزات نکال کر شیلف میں رکھ رہا تھا کہ لیپ ٹاپ سے میسنجر کی مخصوص بپ سنائی۔ اس کے لیے پیغام آیا تھا۔ اس نے دیکھا یہ اسی لڑکی..... کا پیغام تھا۔ اس نے خالد کے سوال کے جواب میں لکھا تھا۔

''میں بھی تمہاری طرح ہوں۔''

خالد نے پوچھا۔ ''تم صحافی ہو؟''

اس کا فوری جواب آیا۔ ''ہاں لیکن تمہاری جیسی نہیں ہوں۔ میں معلومات چرا لیتی ہوں۔''

''تم ہیکر ہو؟''

''صحافی بھی تو یہی کرتے ہیں۔'' اس نے کہا۔ ''تم مجھے ایڈ کرلو۔''

''تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟''

''ابھی تو اتنا چاہتی ہوں کہ تم مجھے ایڈ کرلو۔''

خالد نے سوچا اور پھر اسے اپنے پاس ایڈ کرکے میسنجر بند کردیا اور دوبارہ کام کی طرف متوجہ ہوگیا۔

☆☆☆

لیلیٰ خوش تھی۔ اس نے اپنی میک بک بند کردی۔ اب وہ جان سکتی تھی کہ خالد یہاں کیا کرنے آیا تھا۔ ویسے اسے کسی حد تک یقین تھا کہ خالد یہاں روتھی مائر کیس کے سلسلے میں ہی آیا تھا۔ جیکب مائر کو کسی باہر کے آدمی سے ایک ہی کام ہوسکتا تھا۔ وہ اسی کام کے لیے گزشتہ کئی برسوں سے بے شمار لوگوں سے رابطہ کرچکا تھا اور اسے ابھی تک کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ لیلیٰ پچھلے ایک سال سے روتھی مائر کیس کے بارے میں سوچ رہی تھی اور معلومات جمع کررہی تھی۔ اب روتھی مائر کی پُراسرار گمشدگی سے پردہ اٹھانے یا اس کے انجام کے بارے میں بتانے کا انعام پانچ لاکھ امریکی ڈالرز تک پہنچ گیا تھا۔ لیلیٰ کے لیے پانچ لاکھ ڈالرز بہت بڑی رقم تھی۔ اس کی مدد سے وہ عدالت میں کوئی اچھا وکیل کرکے گارجین سے نجات حاصل کرکے اپنی دولت اور جائداد حاصل کرسکتی تھی۔

اچانک اسے خیال آیا۔ اس کے پاس رقم بالکل نہیں رہی اور اسے رقم کی اشد ضرورت تھی تاکہ وہ روتھی مائر کیس پر کام جاری رکھ سکے۔ اس نے ماجد کے بارے میں کچھ چیزیں حاصل کی تھیں اور یہ خاصی دلچسپ تھیں۔ اسے امید تھی کہ جب ماجد انہیں دیکھے گا تو اس کا مطالبہ تسلیم کرنے میں ذرا تامل نہیں کرے گا اس لیے اس نے ماجد کو کال کرکے ملاقات کے لیے وقت لے لیا۔ وہ ٹھیک وقت پر اس کے دفتر میں داخل ہوئی۔ ہوس زدہ بوڑھا اسے سامنے پاکر کھل اٹھا۔ لیلیٰ کرسی پر بیٹھ گئی۔

''مجھے فوری طور پر کچھ رقم کی ضرورت ہے۔''

''رقم تمہیں مل جائے گی۔'' وہ اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔ ''لیکن اس کے لیے تمہیں میری خواب گاہ.....''

''اسے بھول جاؤ اور یہ دیکھو۔'' لیلیٰ نے ایک لفافہ اس کی طرف بڑھا دیا۔ ماجد نے لفافہ کھولا اور اس میں سے نکلنے والے چند کاغذات پر نظر ڈالی تو خاصے سرد موسم کے باوجود اس کی پیشانی پسینے سے بھیگ گئی۔ اس نے کاغذات سے نظر اٹھا کر لیلیٰ کی طرف دیکھا۔

''یہ تم نے کہاں سے حاصل کیے؟''

''یہ بیکار سوال ہے... اور تم نے جواب نہیں دیا۔ مجھے رقم کی اشد ضرورت ہے۔''

''کتنی؟'' ماجد نے مردہ لہجے میں کہا۔

''کم سے کم بیس ہزار۔''

''یہ بہت بڑی رقم ہے۔''

''مسٹر مائیکل۔'' لیلیٰ نے سرد لہجے میں کہا۔ ''یہ رقم میری ہے۔ تم اپنی جیب سے نہیں دے رہے ہو۔''

ماجد نے ایک بار پھر کاغذات کی طرف دیکھا۔ اس میں اس کی آمدنی سے متعلق کچھ اعداد و شمار تھے جو اس کے ٹیکس گوشواروں سے مطابقت نہیں رکھتے تھے۔ اگر یہ اعداد و شمار منظرِ عام پر آجاتے تو وہ بہت دشواری میں پڑ جاتا۔ اس نے سرد آہ بھر کر سر ہلایا اور اپنی چیک بک نکالی۔

''نہیں، مجھے کیش چاہیے۔''

ماجد نے اسے گھور کر دیکھا پھر اٹھ کر دفتر میں موجود سیف کھول کر اس میں سے بیس ہزار نکال کر لیلیٰ کے سامنے پٹخ دیے۔ ''یہ لو اور دفع ہوجاؤ یہاں سے۔''

لیلیٰ نے گڈیاں اٹھا کر پرس میں رکھیں اور مسکرائی۔ ''تم یقیناً اچھے گارجین ہو اور مجھے امید ہے کہ اب ہماری اچھی نبھے گی۔''

ماجد مائیکل دانت پیس کر اسے جاتا دیکھتا رہا اور جیسے ہی لیلیٰ کمرے سے نکلی، اس نے زیرِلب اسے گالی دی۔ ''کتیا... دیکھ لوں گا تجھے... میرا نام بھی ماجد ہے۔''

☆☆☆

خالد اور جیکب اسٹڈی میں تھے۔ خالد، جیکب سے انٹرویو کررہا تھا۔ ''روتھی کے غائب ہونے پر خاندان کے افراد کا ردِعمل کیسا تھا؟''

''تم قریبی رشتے داروں کی بات کررہے ہو؟''

''بالکل... میں قریبی رشتے داروں کی بات کررہا ہوں۔'' خالد نے جواب دیا۔

''روتھی کی ماں شمیل اس وقت ہنری سے الگ ہوگئی تھی جب روتھی صرف چار سال کی تھی۔ شمیل پیرس چلی گئی اور مائر اولیو یورپ کی انچارج وہی ہے۔''

''گویا روتھی کی ماں ابھی زندہ ہے؟''

''بالکل، وہ ستر برس کی عمر میں بھی پوری طرح چاق و چوبند ہے اور بزنس کو بہترین انداز میں دیکھ رہی ہے۔''

''روتھی کے بارے میں اس کا کیا خیال ہے؟''

''شمیل نے اس بارے میں زیادہ بات نہیں کی لیکن ایک بار اس نے مجھ سے کہا تھا کہ ہمیں اب روتھی کا باب بند کردینا چاہیے۔ وہ واپس نہیں آئے گی۔''

''آپ نے اس خیال کی وجہ پوچھی تھی؟''

''نہیں اور نہ اس نے وضاحت کی۔ مجھے ایسا لگا جیسے اسے روتھی کے بارے میں جاننے سے کوئی دلچسپی نہ ہو۔''

''یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ روتھی کے بارے میں جانتی ہو۔'' خالد نے آہستہ سے کہا تو جیکب مائر چونک گیا۔

''کیا مطلب؟''

''اگر میں کسی کے بارے میں [illegible] تو اس [illegible] مطلب [illegible] ہیں... [illegible] اس [illegible]

[illegible] روتھی کے [illegible]

[illegible] اور وہ اس سے [illegible] اس [illegible] میں مادام شمیل [illegible] گی۔''

[illegible] نظروں سے اس کی طرف [illegible] ہوگیا ہے۔ میں نے تمہارا [illegible] شاید تم اس معمے کو حل کرلو لیکن اس [illegible] کرنا ہوگی۔ اگر تم محسوس کرتے ہو کہ [illegible] میں کچھ جانتی ہے تو تمہیں یہ بات اس سے [illegible] ہوگی۔''

مالکن بہت اداس اور خاموش تھی۔ بار بار اس کی آنکھوں میں آنسو امڈے چلے آرہے تھے۔ وہ دوپٹے کے پلو سے آنکھیں صاف کرتی مگر چند منٹ بعد پھر وہاں نمی تیرنے لگتی۔

نوجوان ملازمہ کافی دیر سے مالکن کی کیفیت دیکھ رہی تھی۔ آخر اس سے نہیں رہا گیا۔ اس نے قریب جاکر ہمدردانہ لہجے میں پوچھا۔ ''بیگم صاحبہ! آج آپ اتنی پریشان کیوں ہیں؟''

مالکن نے غم زدہ نظریں اٹھائیں اور دکھی لہجے میں بولی۔ ''تمہارے صاحب آج کل اپنے دفتر کی ایک عورت کے پیچھے دیوانے ہورہے ہیں... پتا نہیں کیا گل کھلنے والا ہے!''

''نہیں نہیں۔'' ملازمہ بے ساختہ بولی۔ ''یہ ہو ہی نہیں سکتا، کوئی اور بات ہے۔ آپ یہ کہانی مجھے جلانے کے لیے سنا رہی ہیں۔''

(کھیالہ شیخاں سے طیب شاہین کا تحفہ)

خالد نے سر ہلایا۔ ''دوسرے لوگوں کا کیا ردِعمل تھا؟''

''معمول کے مطابق۔ وہ روتھی کے لیے پریشان اور فکرمند تھے اور انہوں نے پولیس کے کسی سوال کا جواب دینے سے انکار نہیں کیا۔ پولیس اپنی تفتیش میں کسی رشتے دار کے بیان میں تضاد تلاش نہیں کرسکی تھی۔ ان بیانات کی مکمل کاپیاں تمہارے پاس موجود ہیں۔''

''میں نے ابھی آپ کا اور رونن کا بیان دیکھا ہے۔ رونن کا کہنا ہے کہ اسے بھی نہیں معلوم کہ اس کی بہن کہاں گئی اور اس کے ساتھ کیا ہوا۔''

''رونن شروع سے خود میں مگن رہنے والا لڑکا تھا۔ وہ اسٹیٹ میں کم ہی ہوتا تھا۔ اس نے اسکول کی تعلیم بیروت میں مکمل کی اور پھر ثانوی پڑھنے کے لیے فرانس چلا گیا۔ اسٹیٹ پر وہ کم ہی رہا ہے۔''

''وہ فرانس کب گیا؟''

''اپنے باپ کے مرنے سے دو سال پہلے گیا تھا لیکن

www.Paksociety.com

وہ اکثر چھٹیوں میں گھر آجاتا تھا۔ جن دنوں ہنری کی موت کا واقعہ پیش آیا، وہ اسٹیٹ میں تھا۔"

"گویا جب روتھی غائب ہوئی تو رونن اسٹیٹ میں تھا؟"

"بالکل، وہ یہیں تھا۔"

خالد کھڑا ہوگیا۔ "میں کچھ وقت ہنری کے کیبن میں گزارنا چاہتا ہوں۔ کوئی اعتراض تو نہیں کرے گا؟"

"نہیں کیونکہ وہ جگہ اب میری تحویل میں ہے۔" جیکب مائر نے کہا اور میز کی دراز سے ایک چابی نکال کر اس کی طرف بڑھائی۔ "یہ اس کے تالے کی چابی ہے۔ تم اسے اپنے پاس رکھ سکتے ہو۔"

خالد باہر آیا تو سورج سر پر آگیا تھا۔ اس نے تاخیر سے ناشتا کیا تھا اس لیے فی الحال کھانے کا موڈ نہیں تھا۔ وہ پہاڑی سے نیچے آیا اور کیبن والی پہاڑی کی طرف بڑھا۔ کیبن سب سے اوپری حصے میں تھا اور وہاں تک جاتے ہوئے وہ ہانپ گیا۔ یقیناً یہاں ہر کوئی نہیں آتا ہوگا۔ یہاں سرد ہوا بہت تیز تھی۔ برآمدے میں لکڑیاں اور کاٹھ کباڑ جمع تھا۔ برسوں سے نہ تو یہاں کسی نے قدم رکھا تھا اور نہ ہی یہاں کی صفائی کی گئی تھی۔ البتہ تالا بہت آسانی سے کھل گیا۔ اس نے دروازہ کھولا تو وہ بُری طرح چرچرایا اور اس پر جمی دھول اڑی۔ خالد اندر آیا۔ کیبن کے اندر بھی ہر طرف گرد جمی تھی۔ ایک طرف کتابوں کی بڑی سی الماری تھی جو اوپر سے لے کر نیچے تک کتابوں سے بھری ہوئی تھی۔ شاید ہنری کو مطالعے کا شوق تھا اور اس نے اسی لیے یہ کیبن بنایا تھا۔ خالد نے شیشے کا دروازہ کھولا۔ اندر موجود کتابوں پر بھی دھول جمی ہوئی تھی۔ اس نے سامنے موجود کتاب اٹھائی تو یہ بائبل نکلی۔

زبان فرانسیسی تھی۔ خالد نے اسے کھولا تو اندرہارڈ کور کی پشت پر ہنری مائر کا نام تین زبانوں عربی، فرنچ اور انگریزی میں لکھا تھا۔ پھر خالد کی توجہ اس کے سامنے والے خالی صفحے پر اوپر سے نیچے لکھے پانچ ناموں اور ان کے سامنے لکھے ہندسوں پر گئی۔ یہ پانچ نام ارمانہ، شیلا، میگڈا، ڈیلا اور روتھی تھے۔ ہر نام کے ساتھ ہندسے درج تھے۔ یہ چار اور پانچ اعداد والے ہندسے تھے۔ خالد نے بائبل کی ورق گردانی کی۔ ہنری یقیناً باقاعدگی سے بائبل پڑھتا تھا کیونکہ جابجا حاشیوں میں اس نے فرنچ میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ اسے تعجب ہوا کیونکہ جیکب کے مطابق ہنری الکوحل پیتا تھا اور اس کی موت بھی شاید اسی وجہ سے ہوئی تھی۔ دوسری طرف وہ اتنا مذہبی تھا کہ باقاعدگی سے بائبل پڑھتا تھا۔ یہ تضاد خالد کو انوکھا لگا۔ اس نے بائبل ساتھ لے جانے کا فیصلہ کیا اور اسے کوٹ میں رکھ لیا۔ وہ دوسری کتابوں کی طرف متوجہ ہوا۔ ان میں سے زیادہ تر مذہب کے بارے میں تھیں اور عیسائیت سے تعلق رکھنے والی ممتاز مذہبی شخصیات نے لکھی تھیں۔ خالد کا علم اس بارے میں زیادہ نہیں تھا لیکن اس نے محسوس کیا کہ یہ کتابیں زیادہ تر دائیں بازو کے قدامت پرستوں نے لکھی ہیں۔

کیبن میں کوئی خاص چیز نہیں تھی، سوائے چمڑے کے ایک کاؤچ کے۔ ایک چھوٹا صوفہ سیٹ تھا اور باقی کیبن خالی تھا۔ خالد باہر آیا۔ اس نے تالا بند کیا اور کیبن کے پیچھے آیا۔ یہاں پہاڑی بہت زیادہ ڈھلواں تھی اور اس کے اختتام پر تیز رفتار ندی تھی جس کا پانی اس موسم میں بھی بہت تند و تیز تھا۔ ندی تک جانے کے لیے بڑے پتھروں سے ترچھی سیڑھی بنائی گئی تھی لیکن دیکھنے میں یہ بھی کم خطرناک نہیں لگ رہی تھی۔ خالد سیڑھی سے اترتا ہوا نیچے آیا۔ یہ سچ مچ بہت خطرناک تھی۔ برف کی وجہ سے پھسلواں ہورہی تھی اور ذرا سا پاؤں بگڑتے ہی وہ سیدھا ندی میں جاگرتا۔ ندی کوئی بیس گز چوڑی اور خاصی گہری تھی۔ اس کے جھاگ اڑاتے پانی میں تہ کے پتھر نظر نہیں آرہے تھے۔ خالد محویت سے ندی میں دیکھ رہا تھا کہ اچانک کسی نے عقب سے کہا۔

"اے... تم یہاں کیا کررہے ہو؟"

خالد اچھل پڑا اور ندی میں گرنے سے بچا۔ خود کو سنبھال کر اس نے اوپر کی طرف دیکھا تو اسے جیکب کا بھتیجا اور روتھی کا بھائی رونن دکھائی دیا۔ خالد اس کی تصویر دیکھ چکا تھا اور وہ اپنی تصویر سے کسی قدر مختلف دکھائی دے رہا تھا۔ پھر بھی خالد نے اسے پہچان لیا۔ وہ سنبھل کر اوپر پہنچا اور رونن کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ وہ گول چہرے اور سامنے سے اڑے بالوں والا ادھیڑ عمر شخص تھا۔ جسم مضبوط اور آنکھیں سیاہ تھیں۔ اس نے گرم جوشی سے خالد کا ہاتھ تھام لیا۔ "میں تمہیں یہاں دیکھ کر حیران ہوا ہوں مسٹر خالد۔"

"تم مجھے جانتے ہو؟"

"کیوں نہیں... تمہیں یہاں کون نہیں جانتا۔" رونن بولا۔ "تم مشترکہ طور پر مائر خاندان کے پسندیدہ صحافی ہو۔"

"اس کے لیے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔" خالد نے کہا۔ "لیکن اس طرح آواز دے کر تم نے مجھے تقریباً مار ہی دیا تھا۔"

"میں معذرت خواہ ہوں۔ میں نے جان بوجھ کر تمہیں اس طرح آواز نہیں دی تھی۔" رونن نے کہا۔ "میں حیران تھا

[illegible]دل یہاں ندی کے کنارے کیا کررہا ہے۔ میں نے تمہارے بارے میں سنا تھا کہ انکل جیکب نے تمہیں روتھی کی گمشدگی کا معما حل کرنے کے لیے بلایا ہے۔"

"میں اسی پر کام کررہا ہوں۔" خالد نے کہا اور وہ دونوں پہاڑی کے دوسری طرف اترنے لگے۔ رونن نے خالد سے دوبارہ نہیں پوچھا کہ وہ وہاں کیا کررہا تھا، اس کے بجائے وہ اپنے بارے میں بتانے لگا۔ وہ مقامی اسپتال میں [illegible] کے ماہر کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔ یہ اس کا پیشہ نہیں [illegible] شوق تھا۔ ذاتی طور پر وہ اتنا دولت مند تھا کہ چاہتا تو اپنا اسپتال قائم کرلیتا لیکن وہ بغیر تنخواہ کے کام کررہا تھا۔ اس نے شادی نہیں کی تھی۔ اکیلا رہتا تھا اور کوئی ملازم بھی نہیں رکھا تھا۔ وہ سارے کام خود کرتا تھا۔ اس نے خالد سے کہا۔

"میں کھانا بہت اچھا بناتا ہوں، کیوں نہ آج شام کا کھانا تم میرے ساتھ کھاؤ۔"

خالد ہچکچایا۔ "نہیں، تمہیں زحمت ہوگی۔"

"بالکل بھی نہیں۔" وہ جلدی سے بولا۔ "میں مسلم دکان سے حلال گوشت لاتا ہوں۔ میں جانتا ہوں مسلمان حلال گوشت کھاتے ہیں۔"

"پھر بھی تمہیں زحمت ہوگی۔"

"ہرگز نہیں، میں اکیلا رہتا ہوں اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی میرے ساتھ کھانا کھائے۔ مجھے تمہاری میزبانی کرکے خوشی ہوگی۔"

"ابھی تو ڈنر میں خاصا وقت ہے۔"

"تب تک ہم گپ شپ کریں گے۔ تم پیتے ہو؟"

"میں نہیں پیتا۔"

"میں کافی بھی بہت اچھی بناتا ہوں۔"

خالد کچھ کام نمٹانا چاہتا تھا لیکن رونن کے اصرار پر وہ مان گیا۔ وہ دونوں اس پہاڑی کی طرف بڑھے جس پر رونن کا [illegible]کان تھا۔ رونن خاصا خوش مزاج شخص ثابت ہوا۔ مختلف [illegible]وعات پر اس کی معلومات بہت وسیع تھیں...... خالد [illegible] اس کے ساتھ لطف آنے لگا۔ وہ کافی اچھی بناتا تھا [illegible] وقت وہ کافی پیتے ہوئے مشرقِ وسطیٰ کی آئندہ سیاسی [illegible]معاشی صورتِ حال پر بحث کررہے تھے تو کال بیل بجی۔ [illegible] کر دروازہ کھولا۔ وہ نتاشا تھی۔ قریب سے [illegible] اپنی تصویر کے مقابلے میں زیادہ خوب صورت [illegible] ہوئی۔ وہ روتھی سے دس سال چھوٹی تھی، یعنی [illegible] برس کی تھی لیکن خود کو اتنا سنبھال کر رکھا تھا [illegible] میں وہ تیس سے زیادہ کی نہیں لگتی تھی۔ اس نے اسکن فٹ جرسی اور اس کے اوپر ہلکی جیکٹ پہن رکھی تھی۔ اندر آنے کے بعد اس نے جیکٹ اتار دی۔ جرسی میں اس کے خدوخال اتنے نمایاں تھے کہ خالد چند ثانیے کے لیے دم بخود رہ گیا۔ وہ خالد کی یہاں موجودگی کی توقع نہیں کررہی تھی اس لیے کسی قدر حیران ہوئی۔

"تم یقیناً مسٹر خالد احمد ہو؟"

"میں ہی خالد احمد ہوں۔" اس نے اعتراف کیا تو نتاشا پُرجوش ہوگئی۔

"میرے خدا! میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم سے یہاں ملاقات ہوگی۔"

"خالد یہاں دو دن سے ہے۔" رونن نے اسے آگاہ کیا۔ "انکل جیکب نے اسے ایک خاص کام کے لیے بلایا ہے لیکن ساتھ ہی یہ انکل اور اسٹیٹ کا مہمان بھی ہے۔"

"میں سمجھ گئی۔" نتاشا جلدی سے بولی۔ "مسٹر خالد! میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو تم روتھی مائر کے کیس کو حل کرنے کے لیے یہاں مدعو کیے گئے ہو؟"

"تمہارا اندازہ درست ہے۔"

نتاشا نے گہری سانس لی۔ "گویا انکل جیکب کے ذہن سے یہ بات نکلی نہیں کہ روتھی زندہ ہے۔"

خالد نے سرسری سے انداز میں پوچھا۔ "کیا تمہارا خیال اس سے مختلف ہے؟"

"میرا کیا، سب کا یہی خیال ہے۔" نتاشا کا لہجہ کسی قدر تیز ہوگیا۔ "ٹھیک ہے، اس کی لاش نہیں ملی لیکن اگر وہ زندہ ہوتی تو یہاں سے دور کیوں جاتی؟"

وہ تینوں لاؤنج میں آتش دان میں بھڑکتی آگ کے سامنے آبیٹھے..... رونن نے خالد کے لیے دوبارہ کافی نکالی لیکن اپنے اور نتاشا کے لیے برانڈی لے آیا۔ "اگر تمہاری بات مان لی جائے، تب بھی تو لاش ملنی چاہیے تھی۔"

"ممکن ہے قاتل نے اسے مار کر اسٹیٹ یا آس پاس کہیں دفن کردیا ہو۔ تم جانتی ہو یہاں میلوں دور تک سوائے زیتون کے درختوں کے اور کچھ نہیں ہے۔ اسٹیٹ میں سوائے مائر خاندان کے اور کوئی نہیں رہ سکتا۔ حد یہ کہ اسٹیٹ میں موجود.... ملازمین کو بھی یہاں رہنے کی اجازت نہیں ہے۔ وہ آس پاس کے قصبوں میں رہتے ہیں۔"

خالد نے کافی کا گھونٹ لیا۔ "اگر کسی نے روتھی کو قتل کردیا تھا تو اس کا مقصد کیا ہوسکتا ہے؟"

"دولت۔" نتاشا بولی۔ "مائر خاندان سکڑ رہا ہے۔ ایک صدی پہلے اس کے افراد کی تعداد ایک سو سے زیادہ تھی

اور اب صرف اتنالیس افراد رہ گئے ہیں جبکہ دولت بڑھ کر کم سے کم دس ارب ڈالرز تک جا پہنچی ہے۔ یوں ایک فرد کا حصہ کم سے کم پچیس کروڑ ڈالرز بنتا ہے۔ ایک فرد کے کم ہونے سے بھی دوسروں کے حصے میں خاصی دولت آسکتی ہے۔"

"یعنی قاتل کوئی بھی ہوسکتا ہے؟"

"موجودہ حالات میں یہی کہا جاسکتا ہے۔ روتھی کے بعد خاندان کے افراد میں مزید کمی آئی ہے اور چار مختلف لوگ دنیا سے رخصت ہوچکے ہیں اور امکان ہے کہ آنے والے دس سالوں میں کم سے کم ایک درجن افراد مزید انتقال کر جائیں گے جبکہ متبادل افراد کے دنیا میں آنے کا امکان اس سے کم ہی ہے، خاندان میں آخری بچہ آج سے چار سال پہلے دنیا میں آیا تھا۔"

نتاشا کی بات میں وزن تھا۔ اگر قاتل روتھی سے عمر میں بڑا بھی تھا، تب بھی وہ اپنے بچوں کے لیے دولت میں اضافہ کر گیا تھا۔ خالد نے پوچھا۔ "روتھی کے غائب ہونے کے بعد خاندان کے کن افراد کا انتقال ہوا ہے؟"

"سب سے پہلے میری ماما مارین کا انتقال ہوا۔ انہیں بریسٹ کینسر ہوگیا تھا۔ وہ لندن میں ہوتی تھیں۔ اس کے بعد میرے رشتے کے ایک انکل اور ان کے بعد ایک دور کے کزن کا انتقال ہوا۔ انکل کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ کزن بائیک ایکسیڈنٹ میں مارا گیا، وہ صرف بائیس برس کا تھا۔"

جیکب مائر کی فیملی میں اب صرف تین بڑے اور ان کے پانچ بچے تھے۔ دور کے مزید اکتیس رشتے دار تھے۔ خالد نے پوچھا۔ "دور کے رشتے دار بھی اسٹیٹ میں برابر کا حصہ رکھتے ہیں؟"

"ہاں، جائداد اور دولت میں سب برابر کا حصہ رکھتے ہیں، صرف آمدنی کی تقسیم میں فرق ہے اور وہ بھی بہت زیادہ نہیں ہے۔" رونن نے کہا۔ "اسٹیٹ کی سالانہ آمدنی تمام ٹیکس نکال کر ایک ارب ڈالرز ضرور ہے۔"

خالد حیران ہوا۔ ایک ارب ڈالرز کا مطلب تھا کہ تمام خاندان کے اراکین کے حصے میں کم سے کم بائیس چوبیس ملین ڈالرز ضرور آتے ہوں گے۔ "اگر کوئی فرد اسٹیٹ کی دولت اور جائداد میں اپنا حصہ نکالنا چاہے تو اس کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟"

"کوئی فرد واحد ایسا نہیں کرسکتا۔ وصیت کی رو سے صرف اکثریتی اراکین کی حمایت سے اسٹیٹ کی دولت اور جائداد تقسیم ہوسکتی ہے اور اس صورت میں اسے فروخت کرکے یا پبلک لمیٹڈ کمپنی بنا کر شیئرز کی صورت میں سب کو حصہ دے دیا جائے گا۔"

"یعنی کوئی ایسا موقع نہیں آیا جب زیادہ افراد نے اپنے حصے کا مطالبہ کیا ہو؟"

"زیادہ کیا، ایک فرد کی طرف سے بھی حصے کا سوال عرصے بعد سامنے آتا ہے۔ موجودہ اراکین میں سے شاید دو تین سے زیادہ لوگ حصہ الگ کرنے کے حامی نہیں ہوں گے۔"

"تم دونوں میں سے کوئی اس کا حامی نہیں؟"

"میں تو نہیں ہوں۔" نتاشا نے کہا۔ "کیونکہ میں بغیر کسی جھنجٹ میں پڑے ہر سال اتنی آمدنی حاصل کرلیتی ہوں جو میرے تصور سے بھی زیادہ ہے۔ اس لیے مجھے کیا ضرورت ہے کہ حصہ الگ کرنے کا سوچوں۔"

"میری بھی ایسی کوئی خواہش نہیں ہے۔" رونن نے نفی میں سر ہلایا۔ "مجھے جو مل رہا ہے، میں اس سے بہت خوش ہوں۔"

"جیکب مائر کے بعد اسٹیٹ کی سربراہی تمہارے حصے میں آئے گی؟"

"ہاں اور مجھے اس کی فکر ہے کیونکہ اس صورت میں مجھے اپنا کام چھوڑ کر ساری توجہ بزنس کو دینا پڑے گی۔"

خالد نے اس کی بات پر غور کیا۔ "تم اپنا ٹولوجسٹ ہو، کیا تم ایک بڑے بزنس کو چلانے کی صلاحیت رکھتے ہو؟"

"میرا خیال ہے رونن ایسا کرلے گا۔" رونن کے بجائے نتاشا نے کہا۔ "کیونکہ اسٹیٹ کا تمام نظام ماہرین کی ایک ٹیم چلاتی ہے۔ سربراہ کو صرف کام کی نگرانی کرنا ہوتی ہے۔"

رونن اپنا گلاس خالی کرکے کھڑا ہوگیا۔ "میرا خیال ہے، اب ہمیں کچن میں جانا چاہیے۔"

وہ کچن میں آگئے۔ نتاشا اور خالد نے میز سنبھال لی۔ رونن کھانے کی تیاری میں لگ گیا۔ اس کا کچن بہت صاف ستھرا اور تمام سہولتوں سے آراستہ تھا۔ اس نے گوشت کے پارچے نکالے اور انہیں بھوننے کی تیاری کرنے لگا۔ ساتھ میں اس نے رشین سلاد کے لوازمات بھی نکال لیے تھے۔ پارچے سرکے اور ایک خاص چٹنی کے ساتھ کھائے جاتے۔ نصف گھنٹے میں ڈنر تیار تھا، جو خاصا مزے دار تھا۔ رونن واقعی بہترین کک تھا۔ ڈنر کے بعد وہ دوبارہ لاؤنج میں آگئے۔ اس بار کافی نتاشا نے بنائی۔ گفتگو کے دوران میں وقت کا پتا ہی نہیں چلا۔ نتاشا اور رونن خاصی پی گئے تھے اور ان کے چہرے تمتمارہے تھے۔ خالد نے گھڑی دیکھی اور کھڑا ہوگیا۔

"اب مجھے چلنا چاہیے تاکہ صبح وقت پر اٹھ کر اپنا کام کرسکوں۔"

"میں بھی چلوں گی۔" نتاشا اٹھی اور ذرا سی لڑکھڑائی لیکن فوراً ہی اس نے خود کو سنبھال لیا۔ رونن نے اسے جیکٹ پہننے میں مدد دی۔ خالد نے کوٹ پہنا۔ دروازے سے باہر آتے ہی شدت کی سردی نے ان کا استقبال کیا۔ نتاشا لرز کر اس کے پاس ہوگئی۔ "سردی بڑھ گئی ہے۔"

خالد نے اپنے ہاتھ کوٹ کی جیب میں ڈال لیے۔ اس نے رسماً بھی نتاشا کو سہارا دینے کی کوشش نہیں کی۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ رونن نے ان کو اندر ہی سے خدا حافظ کردیا تھا۔ اس کا باہر سردی میں آنے کا ارادہ نہیں تھا۔ نتاشا نے ساتھ چلتے ہوئے جیکٹ سے ایک چھوٹا سا مفلر نکال کر گردن اور کانوں پر لپیٹ لیا۔ پھر اس نے خالد سے پوچھا۔

"تم شادی شدہ ہو؟"

"نہیں۔"

"کوئی گرل فرینڈ ہے؟"

"بدقسمتی سے میں اس سے بھی محروم ہوں۔"

نتاشا چلتے ہوئے اس کے بالکل پاس آگئی اور اس کا جسم خالد سے ٹکرانے لگا۔ درمیان میں بھاری کپڑوں کے باوجود وہ اس کی نزاکت اور نرمی محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکا۔ خالد کو خیال آیا، کیا نتاشا اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کر رہی ہے؟ نتاشا کے گھر والی پہاڑی قریب آگئی تھی۔ خالد اسے چھوڑنے آیا تھا۔ ورنہ اس کی گاڑی دور کھڑی تھی۔ نتاشا چلتے چلتے رکی اور اس کے سامنے آگئی۔ "میں بھی اکیلی ہوں۔"

"اوہ...." خالد نے بس اتنا ہی کہا۔

"ایک کپ کافی کے بارے میں کیا خیال ہے؟" نتاشا کا لہجہ ترغیب آمیز تھا۔

خالد ہچکچایا۔ "میرا خیال ہے، اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

نتاشا مایوس ہوگئی۔ "شاید تم ایک ایسی ہستی کے ساتھ جانے سے ہچکچا رہے ہو جو روتھی کی ممکنہ قاتل ہوسکتی ہے۔"

خالد نے اس کی بات پر غور کیا۔ "کیا یہ ممکن ہے؟"

"کیوں ممکن نہیں ہے۔" نتاشا کا لہجہ تلخ ہوگیا۔ "کیا ڈیڈ نے تمہیں بتایا نہیں کہ روتھی کی گمشدگی یا قتل کا شک خاندان والوں پر ہے؟"

"ہاں، یہ بات میرے علم میں ہے۔" خالد نے کہا۔

"تب میں بھی مشکوک ہوئی... اینی وے گڈ بائے۔" نتاشا کہتے ہوئے پہاڑی کی طرف مڑ گئی۔ خالد اسے جاتا دیکھتا رہا پھر کندھے جھٹک کر واپس چل پڑا۔ اس نے اس ملاقات کے دوران رونن اور نتاشا کے رویے کا بغور جائزہ لیا تھا لیکن اسے کوئی خاص بات محسوس نہیں ہوئی تھی۔ البتہ ایک بات اس نے واضح محسوس کی تھی۔ ان دونوں کے خیال میں اتنے پرانے کیس کو پھر سے اٹھانا درست نہیں تھا اور اب اس پر مٹی ڈال دینی چاہیے تھی۔ وہ واپس کیبن پہنچا۔ اس کا موڈ بدل گیا تھا اس لیے اس نے کام کل پر چھوڑ دیا۔ گرم پانی سے غسل کیا اور سو گیا۔ اگلے دن وہ جاگنگ کرکے آیا۔ ابلے انڈوں اور کافی سے ناشتا کرکے وہ کام میں لگ گیا۔ اسے لیپ ٹاپ پر کام کرنے کی عادت تھی اس لیے اس نے سب سے پہلے اہم دستاویزات کو اسکین کرکے کمپیوٹر میں ڈالا۔ اس طرح اسے کام کی چیز دیکھنے کے لیے بار بار کاغذ کھنگالنے نہیں پڑتے۔ اس نے ہنری کی بائبل بھی اسکین کرڈالی۔ دوپہر تک وہ اسی کام میں لگا رہا۔ اب وہ تھک گیا تھا اور بھوک بھی لگ رہی تھی اس لیے باقی کام لنچ کے بعد تک ملتوی کرکے وہ کیبن سے نکل آیا اور نزدیکی قصبے کی طرف روانہ ہوگیا جہاں ایک اچھا ریستوران تھا۔ وہاں کھانا بہت اچھا اور تازہ مل جاتا تھا۔

☆☆☆

لیلیٰ کمپیوٹر کے سامنے تھی۔ اس کی انگلیاں تیزی سے کی بورڈ پر چل رہی تھیں اور اس وقت وہ خالد کے لیپ ٹاپ میں دخل اندازی کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن اسے دقت پیش آرہی تھی۔ خالد نے اپنے کمپیوٹر کی سیکیورٹی سخت کی ہوئی تھی۔ مگر کمپیوٹر بالآخر لیلیٰ کے سامنے ہار مان گیا اور اس نے اپنے دروازے کھول دیے۔ لیلیٰ جانتی تھی کہ اسے زیادہ وقت نہیں ملے گا۔ اگر خالد اس وقت سسٹم کے پاس نہیں ہے، تب بھی اسے پتا چل جائے گا اور اس نے انٹرنیٹ بند کردیا تو لیلیٰ کا کام ادھورا رہ جائے گا۔ وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ خالد مائر اسٹیٹ میں کیا کر رہا تھا اور اگر وہ روتھی مائر کے کیس پر کام کر رہا تھا تو وہ کس حد تک جان چکا تھا۔ جیسے ہی اس نے روتھی مائر کے نام سے سرچ کیا، ایک پورا فولڈر سامنے آگیا۔

لیلیٰ پُرجوش ہوگئی۔ اس نے چند بٹن دبائے اور یہ فولڈر اس کے پاس ڈاؤن لوڈ ہونے لگا۔ دوپہر کے دو بج رہے تھے۔ فولڈر ڈاؤن لوڈ ہونے میں آدھ گھنٹا لگا اس میں خاصی دستاویزات اور دوسری چیزیں تھیں۔ جیسے ہی ڈاؤن لوڈنگ مکمل ہوئی، اس نے خالد کے سسٹم میں مداخلت بند کی اور فولڈر میں موجود فائلوں کا معائنہ کرنے لگی اور فوراً ہی چند

تصاویر نے اس کی توجہ حاصل کر لی۔ اس نے تصویریں کھولیں۔ یہ روتھی مائر کی وہ گروپ تصاویر تھیں جو اسکول کی تقریب میں لی گئی تھیں۔ لیلیٰ نے ایک سوفٹ ویئر کی مدد سے ان تصاویر کو واضح کیا۔ ان تین تصویروں میں روتھی مائر صاف دکھائی دے رہی تھی۔ پہلی تصویر میں وہ فوٹو گرافر کے پیچھے دائیں طرف دیکھ رہی ہے۔ دوسری تصویر میں اس کے تاثرات بدلتے دکھائی دیتے ہیں اور تیسری تصویر میں وہ پلٹ کر گروپ سے نکل رہی ہے۔ لیلیٰ نے اپنے طور پر روتھی مائر کیس میں خاصی تحقیق کی تھی لیکن یہ تصاویر وہ پہلی بار دیکھ رہی تھی کیونکہ یہ پولیس ریکارڈ کا حصہ تھیں اور انہیں کہیں شائع نہیں کیا گیا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ خالد چند دن میں اس سے خاصا آگے نکل گیا تھا۔ تصویروں کے بعد اس نے دوسری فائلیں دیکھیں۔ ان میں اسے ایک بائبل بھی دکھائی دی۔ اس کا نام بھی ہنری کی بائبل تھا۔ اس نے اولین صفحہ کھولا تو اس میں ہاتھ سے لکھے عورتوں کے نام اور ان کے آگے ہندسے دکھائی دیے۔

اچانک اس کے موبائل کی بیل بجی۔ اس نے نام دیکھا لیکن نام کی جگہ ایک نمبر تھا۔ اس نے کال منقطع کر دی۔ کچھ دیر بعد دوبارہ بیل بجنے لگی۔ کال کرنے والا نہایت مستقل مزاج تھا۔ اس نے تیسری بار کال کی تو لیلیٰ نے جھنجلا کر کال ریسیو کی۔ ”کون ہے؟“

”ڈیئر! میں ہوں۔“ ماجد کی آواز آئی۔

”کیا بات ہے؟“ لیلیٰ کا لہجہ مزید کھردرا ہو گیا۔

”میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“

”لیکن میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتی۔“

”پلیز۔“ ماجد کا انداز ملتجی ہو گیا۔ ”یہ بہت ضروری ہے اور تمہارے لیے فائدہ مند بھی ہو گی۔“

اس بات نے لیلیٰ کو سوچنے پر مجبور کر دیا۔ اسے خیال آیا کہ شاید ماجد مائیکل خوف زدہ ہو کر اس کی وراثت اس کے حوالے کرنے کو تیار ہو گیا ہے۔ پھر اس نے کہا۔ ”ٹھیک ہے، میں آجاؤں گی۔“

”لیکن میرے دفتر نہیں... میرا ایک اپارٹمنٹ ہے، وہاں آنا۔ معاملہ رازداری کا ہے۔“

لیلیٰ چونکی پھر اس نے سرد لہجے میں کہا۔ ”ماجد مائیکل! اگر تمہارے ذہن میں کوئی احمقانہ بات ہے تو یاد رکھنا میں تمہیں جہنم رسید کر سکتی ہوں۔“

”ایسی کوئی بات نہیں ہو گی۔“ ماجد نے اسے یقین دلایا۔ لیلیٰ نے موبائل بند کر دیا۔ وہ فکر مند نظر آنے لگی تھی۔

پھر اس نے شانے جھٹکے اور کمپیوٹر پر جھک گئی۔

☆☆☆

خالد لنچ کر کے واپس آیا۔ اس نے رات کے لیے کھانا پیک کروا لیا تھا۔ کیبن میں بجلی کے چولہے اور مائکروویو اوون تھا۔ یہ چائے، کافی بنانے یا کھانا گرم کرنے کے لیے بہترین تھا۔ آسمان پر گہرے سرمئی بادل جمع ہونے لگے تھے اور ایسا لگ رہا تھا کہ پھر برف باری ہو گی۔ روز ایک ٹرالی والا کیبن کے سامنے جلانے والی لکڑی ڈال جاتا تھا۔ خالد اس سے ضرورت کی لکڑی اٹھا لاتا۔ وہ جو سامان لایا تھا، اس میں ایک بڑا کارڈ بورڈ بھی تھا۔ اس کا سائز چھ ضرب چار فٹ تھا۔ اس نے کیلوں کی مدد سے کارڈ بورڈ ایک طرف دیوار میں ٹانگ دیا اور اس کے وسط میں روتھی مائر کی تصویر لگائی پھر اس کے اردگرد اس کے نزدیکی رشتے داروں کی تصاویر لگائیں۔ ہر تصویر پر مارکر سے سن پیدائش اور تصویر والے کی موجودہ حیثیت لکھی۔ بورڈ کے ایک طرف اس نے مائر اسٹیٹ کا نقشہ لگایا۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر وہ دوبارہ دستاویزات اسکین کر کے کمپیوٹر میں ڈالنے لگا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ اسکین ہونے والی دستاویزات کو مخصوص سب فولڈرز بنا کر ان میں محفوظ کر رہا تھا تاکہ بعد میں تلاش کرنے میں دشواری نہ ہو۔

اس کام سے فارغ ہو کر اس نے کمپیوٹر کا کیشے صاف کرنا چاہا تو چونک گیا۔ کیشے اس کے اندازے سے زیادہ تھا۔ کیشے ایسی فائلوں کو کہتے ہیں جو کمپیوٹر استعمال کرتا ہے تو اس کی عارضی یادداشت میں محفوظ ہو جاتی ہیں۔ جب تک ان کو اڑایا نہیں جائے، یہ محفوظ رہتی ہیں اور بلاوجہ جگہ گھیرتی ہیں۔ صبح اپنا کام کر کے اس نے کمپیوٹر آف نہیں کیا تھا۔ سیکیورٹی سافٹ ویئر چیک کیا تو اس کا اندیشہ درست ثابت ہوا۔ اس کے کمپیوٹر میں کہیں باہر سے مداخلت ہوئی تھی اور اسے یہ جاننے میں بھی زیادہ دیر نہیں لگی کہ مداخلت کار نے اس کے کمپیوٹر سے روتھی مائر کا فولڈر ڈاؤن لوڈ کیا تھا۔

☆☆☆

جب تک لیلیٰ کو احساس ہوتا کہ وہ پھنس چکی ہے اس وقت تک تاخیر ہو گئی تھی۔ ماجد کا اپارٹمنٹ ایک ایسی بلڈنگ کے آخری فلور پر تھا جس پر کوئی دوسرا اپارٹمنٹ نہیں تھا اور اس کی لفٹ بھی الگ سے تھی۔ جیسے ہی وہ لفٹ میں داخل ہوئی اس کا دروازہ ازخود بند ہو گیا۔ خطرہ محسوس کرتے ہی لیلیٰ نے لفٹ روکنے والا بٹن دبایا لیکن وہ کام نہیں کر رہا تھا اور لفٹ بدستور اوپر کی طرف جاتی رہی۔ ایک منٹ بعد وہ خود بہ خود رک گئی اور دروازہ کھل گیا۔ سامنے ہی ماجد کھڑا تھا۔ اس

We at Paksociety.com giving you the facility to download urdu novels,Imran series,Monthly digests with direct links and resumeable direct link along with the facility to read online on different fast servers
If site is not opening .or you find any issue in using site send your complaint at
admin@paksociety.com
or
send message at
0336-5557121

نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

''خوش آمدید۔''

لیلیٰ خود کو سنبھالتی ہوئی باہر آ گئی۔ ''اس حرکت کا مطلب؟''

''کس حرکت کا؟'' ماجد نے مصنوعی حیرت سے پوچھا۔

''لفٹ کے بٹن کام نہیں کر رہے تھے۔ تم نے انہیں بیکار کر دیا ہے۔''

''اگر میں نے ایسا کیا ہے تو تمہیں کیا اعتراض ہے؟''

لیلیٰ خاموش ہو گئی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ اس وقت ماجد کے رحم و کرم پر ہے اور تقدیر ہی اسے یہاں سے محفوظ واپس لے جا سکتی ہے۔ اسے اپنی حماقت پر افسوس ہو رہا تھا۔ اسے یہاں آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ وہ ماجد کے ساتھ ٹیرس تک آ گئی۔ یہاں سے شیشے کے پار بیروت کا ساحل اور سمندر دور تک واضح دکھائی دے رہا تھا۔ ماجد نے ایک بوتل سے دو گلاسوں میں وھسکی نکالی اور ایک اس کی طرف بڑھا دیا۔

''ڈرو مت... تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ میں تم سے صرف ایک ڈیل کرنا چاہتا ہوں۔''

''کیسی ڈیل؟'' لیلیٰ نے اس سے گلاس لے لیا۔ وہ پیتی تھی لیکن عادی نہیں تھی۔

''میں تمہاری ساری دولت اور جائداد تمہارے حوالے کر سکتا ہوں۔''

''وہ کیسے؟ یہ کام صرف عدالت کر سکتی ہے۔''

''میں بھی کر سکتا ہوں۔ عدالتوں میں میری واقفیت ہے۔ بہت آسانی سے تمہیں ذہنی طور پر صحت مند قرار دیا جا سکتا ہے۔''

''ٹھیک ہے لیکن اس کے لیے مجھے کیا کرنا ہوگا؟''

ماجد مکروہ انداز میں مسکرایا۔ ''اس کے لیے تمہیں میری صرف ایک خواہش ایک بار پوری کرنا ہوگی۔''

''اگر میں انکار کر دوں تو...؟''

''تب بھی یہ خواہش ضرور پوری ہوگی۔'' ماجد نے بے پروائی سے کہا۔ ''لیکن اس صورت میں بات صرف ایک بار پر نہیں ٹلے گی۔''

''کیا مطلب؟'' لیلیٰ بولی۔ اسی لمحے اس نے محسوس کیا کہ اس کا سر چکرا رہا ہے۔ وہ گلاس کی طرف دیکھ کر ہکلائی۔ ''یہ... یہ... کیا اس میں کچھ شامل... ہے؟''

ماجد ہنسا۔ ''ہاں، اس میں کچھ شامل ہے۔''

لیلیٰ نے اٹھنا چاہا لیکن چکرا کر گر پڑی۔ ماجد کی مکروہ ہنسی اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔

☆☆☆

خالد نے جیکب بائز سے بات کی تھی۔ اسے کسی ہیکنگ کے ماہر فرد کی ضرورت تھی۔ جیکب نے اس کا مطالبہ سن کر کہا۔ ''کوئی مسئلہ نہیں ہے، میرا وکیل شہاب علی تمہارا یہ کام کر دے گا۔''

اسی شام کو شہاب علی کی کال آ گئی۔ اس نے خالد سے کہا۔ ''ایک لڑکی ہے لیکن وہ موڈی ٹائپ کی ہے۔ میں تمہیں اس کا سیل نمبر دے سکتا ہوں، اس سے بات تمہیں خود کرنا ہوگی۔''

''ٹھیک ہے تم نمبر دے دو، میں اس سے بات کر لیتا ہوں۔''

شہاب علی نے نمبر نوٹ کرا دیا۔ خالد نے کال منقطع کر کے لیلیٰ کا نمبر ملایا۔ شہاب علی نے لڑکی کا یہی نام بتایا تھا۔ دوسری طرف بیل جا رہی تھی لیکن کال ریسیو نہیں کی جا رہی تھی۔ بیل بند ہو گئی تو خالد نے دوبارہ نمبر ملایا۔ وہ بہرصورت جاننا چاہتا تھا کہ اس کے کمپیوٹر میں کس نے مداخلت کی تھی۔ دوسری بار بھی دیر تک بیل جاتی رہی۔ تیسری بار ملانے کے بعد جب کال ریسیو نہیں ہوئی تو اس نے کوشش ترک کر دی۔ اس نے سوچا کہ ممکن ہے لیلیٰ کہیں مصروف ہو۔ چند منٹ بعد وہ پھر اس کا نمبر ملا رہا تھا۔

☆☆☆

ماجد، لیلیٰ کو ایک ایسے کمرے میں لایا جہاں صرف ایک بڑا سا جہازی سائز بیڈ تھا اور کمرے میں چاروں طرف اوپر کونوں پر تیز روشنی والی اسپاٹ لائٹس لگی تھیں۔ اسی طرح ان لائٹوں کے نیچے ویڈیو کیمرے لگے تھے۔ یہ لوازمات بتا رہے تھے کہ ماجد اس کمرے کو کن مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہے۔ لیلیٰ بے سدھ تھی۔ اس کی آنکھیں نیم وا انداز میں کھلی تھیں لیکن ان میں کوئی تاثر نہیں تھا۔ دوا زود اثر تھی لیکن شاید اس کی تاثیر دیر تک برقرار نہیں رہتی تھی۔ ماجد نے چالاکی سے پہلے ہی دوا اس کے گلاس میں شامل کر دی تھی اس لیے لیلیٰ کو شبہ نہیں ہوا اور وہ آسانی سے اس کے دام میں آ گئی۔ ماجد نے حریص نظروں سے لیلیٰ کا جائزہ لیا اور اس کی جیکٹ اتار دی لیکن مزید کسی حرکت سے گریز کیا۔ شاید وہ اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا تھا۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد لیلیٰ کو ہوش آنے لگا۔ اچانک ہی اس کی جیکٹ سے موبائل فون کی آواز آئی۔ ماجد نے جھپٹ کر جیکٹ اٹھائی اور اس کی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ ایک جیب سے موبائل فون آیا۔ اس پر اجنبی نمبر سے کال آ رہی تھی۔ ماجد فکر مند ہو گیا۔ کیا لیلیٰ کسی کو بتا کر آئی تھی کہ وہ کہاں جا رہی ہے؟ موبائل اس کے ہاتھ میں تھا اور جیکٹ اس نے لیلیٰ کے پاس [illegible] ڈال دی تھی۔ بیل بج کر بند ہو گئی لیکن فوراً ہی دوبارہ بجنے لگی۔ کال کرنے والا نہایت مستقل مزاج لگ رہا تھا۔

مسلسل بجنے والی بیل کی آواز لیلیٰ کو جلد ہوش میں لے آئی۔ اس کے ذہن پر اب بھی غبار چھایا ہوا تھا لیکن سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بیدار ہو گئی تھی۔ اس نے خفیف سی آنکھیں کھول کر دیکھا۔ موبائل ماجد کے ہاتھ میں تھا اور وہ اس کی طرف سے غافل تھا۔ لیلیٰ نے اپنی جیکٹ تلاش کی تو اسے اپنے پاس ہی پایا۔ وہ خوش ہو گئی۔ اس کا دایاں ہاتھ آہستگی سے جیکٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ بیل دوسری بار بند ہو کر تیسری بار بج رہی تھی۔ ماجد بدستور موبائل کی اسکرین کی طرف دیکھ رہا تھا۔ لیلیٰ کا ہاتھ جیکٹ تک پہنچا اور آہستہ سے اس کی جیب میں رینگ گیا۔ جب وہ باہر آیا تو اس میں چھوٹا اور سنہری رنگ کا سگریٹ کیس تھا۔ اس نے ہاتھ کھینچ کر اپنی پشت کی طرف کر لیا۔ اسی لمحے بیل بند ہو گئی اور شاید ماجد نے اس کی حرکت بھی محسوس کر لی۔ وہ لیلیٰ کی طرف متوجہ ہوا تو وہ ساکت ہو گئی۔ اس کی آنکھیں معمولی سی کھلی تھیں۔

ماجد نے جھک کر اس کی سنہری گردن پر ہاتھ رکھا۔ ''مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اندر سے تم اتنی خوب صورت نکلو گی۔'' اس کا ہاتھ نیچے کی طرف رینگنے لگا۔ لیلیٰ صبر کر کے لیٹی رہی اور اس نے کوئی ردِعمل ظاہر نہیں کیا۔ بظاہر ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ ہوش میں نہ ہو۔ آنے والے چند منٹوں تک اسے خاصے صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑا۔ ماجد کے اندر کا شیطان باہر نکل آیا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ ایک حد سے آگے بڑھتا، موبائل کی بیل دوبارہ بجنے لگی۔ ماجد نے جھنجلا کر گالی دی اور موبائل اٹھا لیا۔ کچھ دیر کے لیے وہ لیلیٰ کی طرف سے غافل ہو گیا۔ لیلیٰ پھرتی سی اٹھی۔ اس نے سگریٹ کیس کا اگلا حصہ ماجد کی گردن سے لگا دیا اور ماجد یوں لرزنے لگا جیسے اسے شدید قسم کا کرنٹ لگ گیا ہو۔ لرزتے ہوئے اس کا ہاتھ لیلیٰ کے ہاتھ پر آ گیا تھا۔ اسے بھی ایسا ہی جھٹکا لگا اور وہ اچھل کر بستر پر جا گری۔

☆☆☆

خالد نے شہاب علی کو کال کی اور اس سے لیلیٰ کا پتا [پوچھا۔] شہاب علی نے کہا کہ وہ اسے معلوم کر کے بتاتا ہے۔ دس منٹ بعد اس نے لیلیٰ کا پتا بتا دیا۔ وہ بیروت میں رہتی تھی۔ خالد کے پاس کوئی اور کام نہیں تھا اس لیے وہ...... دو گھنٹے کی ڈرائیو پر روانہ ہو گیا۔ یہ فاصلہ اس نے ڈیڑھ گھنٹے میں طے کر لیا اور بیروت پہنچ گیا۔ لیلیٰ کے اپارٹمنٹ تک پہنچنے میں کچھ دشواری ہوئی تھی کیونکہ اس علاقے میں ایک سیاسی جماعت کی ریلی نکل رہی تھی۔ اسرائیل کے حملے کے بعد لبنان کی سیاست میں تیزی آ گئی تھی۔ آئے دن ریلیاں اور جلسے ہو رہے تھے۔ خالد بہ مشکل اس عمارت تک پہنچا جس کی آخری منزل پر لیلیٰ کا اسٹوڈیو اپارٹمنٹ تھا۔ لفٹ نہیں تھی، خالد کو سیڑھیوں سے اوپر جانا پڑا۔ دوسرے فلور پر اسے ایک نوجوان لڑکی کراہتی اور لڑکھڑاتی ہوئی سیڑھیاں چڑھتی دکھائی دی۔ خالد رک گیا۔ اس نے لڑکی سے کہا۔ ''مس! تمہیں کسی مدد کی ضرورت ہے؟''

''دفع ہو جاؤ۔'' وہ عربی میں غرائی۔ ''مجھے کسی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔''

خالد نے شانے اچکائے اور اوپر کی طرف روانہ ہو گیا لیکن جب وہ بتائے ہوئے پتے پر پہنچا تو اس نے اپارٹمنٹ کو مقفل پایا۔ پھر بھی اس نے یہ سوچ کر دستک دی کہ شاید لیلیٰ اندر سے لاک کر کے بیٹھی ہو۔ آخر وہ کال بھی تو ریسیو نہیں کر رہی تھی۔ وہ وقفے وقفے سے دستک دے رہا تھا کہ عقب سے اسی لڑکی کی آواز آئی۔ ''اے... تم یہاں کیا کر رہے ہو؟''

خالد چونکا۔ ''میں لیلیٰ سے ملنے آیا ہوں۔''

''میں ہی لیلیٰ ہوں اور ابھی میں کسی سے نہیں مل سکتی۔'' وہ اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھی اور لرزتے ہاتھوں سے پرس میں چابی تلاش کرنے لگی۔

''پلیز! میں بہت دور سے آیا ہوں۔''

''میں نہیں مل سکتی۔'' وہ تند لہجے میں بولی۔ اس کے ہاتھ سے پرس چھوٹ گیا اور وہ اسے اٹھانے کے لیے جھکی تو خود بھی ڈھیر ہو گئی۔ خالد بے ساختہ آگے بڑھا۔ اس نے لیلیٰ کو سیدھا کیا۔ وہ ہوش میں نہیں تھی۔ خالد کو احساس ہوا کہ وہ نہایت نازک پوزیشن میں تھا۔ اگر کوئی یہاں آ نکلتا تو نہ جانے کیا سمجھتا۔ اس نے جلدی سے اس کا پرس اٹھا کر اس میں سے چابی نکالی اور دروازے کا لاک کھول دیا۔ وہ پہلے لیلیٰ کو اٹھا کر اندر لایا اور کاؤچ پر لٹا دیا پھر اس کا پرس اٹھا لایا۔ دروازہ بند کر کے اس نے کمرے کا جائزہ لیا تو چونک گیا۔ ایک طرف دیوار پر روتھی مائز کی تصویر لگی تھی اور اس کے ساتھ ہی لگے کارڈ بورڈ پر ہاتھ سے اس کے کیس کے بارے میں کچھ نوٹس تحریر تھے۔ ایک طرف میز پر اسی ماڈل کی میک بک رکھی تھی جو خالد کے پاس بھی تھی۔ میز پر موجود دوسری اشیا سے اندازہ ہو رہا تھا کہ لیلیٰ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے

استعمال کی ماہر ہے۔ خالد نے کمپیوٹر آن کیا اور پھر ڈیسک ٹاپ پر موجود روتھی مائر کے نام کا فولڈر دیکھ کر چونک گیا۔ اس نے تیزی سے کی بورڈ پر انگلیاں چلائیں اور پھر اسے لیلیٰ کی اصلیت جاننے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ صرف روتھی مائر نہیں بلکہ کمپیوٹر میں اس کے نام کا ایک فولڈر بھی تھا۔

''یہ کیا کر رہے ہو؟'' عقب سے لیلیٰ کی تیز آواز آئی۔

خالد نے مڑے بغیر کہا۔ ''مجھے ایک کمپیوٹر ہیکر کی تلاش تھی لیکن تم تو میری توقع سے بڑھ کر نکلیں۔''

لیلیٰ اٹھ کر آئی اور اس نے ہاتھ مار کر لیپ ٹاپ بند کر دیا۔ ''تمہیں کوئی حق نہیں ہے کہ تم.... دوسرے کی ذاتی چیزیں دیکھو۔''

''اور تمہیں حق ہے کہ تم دوسروں کے کمپیوٹر سے معلومات چرالو؟'' خالد نے متاثر ہوئے بغیر کہا۔

وہ بپھر گئی۔ ''دفع ہو جاؤ... نکل جاؤ یہاں سے۔''

خالد نے دیوار پر لگی روتھی مائر کی تصویر کی طرف دیکھا۔ ''شاید تم بھی اس کیس میں دلچسپی لے رہی ہو۔''

لیلیٰ نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ ''مسٹر خالد... تم یہاں سے جاسکتے ہو۔''

''چلو تم نے اعتراف تو کیا کہ تم مجھے جانتی ہو۔'' خالد مسکرایا۔ ''بہر حال، میری پیش کش اب بھی موجود ہے۔ جیکب مائر نے مجھے روتھی مائر کیس دیا ہے۔ مجھے اس سلسلے میں ایک ماہر ہیکر کی ضرورت ہے۔ شہاب علی نے تمہارا نام تجویز کیا ہے اور میں نے ابھی تمہارے کمپیوٹر میں جو دیکھا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تم میں مطلوبہ اہلیت ہے۔ تم نے میرے ہی کمپیوٹر میں نقب لگائی ہے تھیف گرل۔''

''تم جاسکتے ہو۔'' لیلیٰ کا لہجہ مزید سرد ہو گیا۔

خالد نے اس کا لہجہ نظر انداز کر دیا۔ ''میں تمہیں گیارہ اور ساڑھے گیارہ کے درمیان کال کر رہا تھا۔ میرا نمبر تمہارے موبائل میں آگیا ہوگا۔ اگر تم چاہو تو بعد میں میرے نمبر پر مجھے کال کر سکتی ہو۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہ فیصلہ مالی لحاظ سے بہت اچھا ہوگا۔''

لیلیٰ ساکت کھڑی رہی۔ خالد باہر آگیا۔ اس کے باہر آتے ہی لیلیٰ نے دروازہ بند کیا اور پھر تیزی سے حرکت میں آئی۔ اس نے اپنا لیپ ٹاپ بیگ میں رکھا اور دوسرا سامان جمع کر کے ایک بڑے بیگ میں ٹھونسنے لگی۔ جس وقت وہ ماجد کے اپارٹمنٹ سے نکلی تھی، وہ بے بس پڑا تھا۔ سگریٹ کیس اصل میں برقی جھٹکا مارنے والا آلہ تھا۔ آدمی اس کے جھٹکے سے مرتا نہیں تھا لیکن برقی جھٹکا اس کے اعصاب کو کئی گھنٹے کے لیے معطل کرنے کے لیے کافی ہوتا تھا۔ ماجد نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا اس لیے اسے بھی جھٹکا لگا تھا اور وہ اب تک اس کا اثر محسوس کر رہی تھی۔ بعد میں وہاں سے نکلنے سے پہلے اس نے ایک بار پھر ماجد کو آلہ لگایا تھا تاکہ وہ کئی گھنٹے سے پہلے حرکت نہ کر سکے۔ ماجد کھل کر سامنے آگیا تھا اور وہ دو بدو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

اس سے پہلے کہ ماجد حرکت میں آتا، اس کا یہاں سے نکل جانا ضروری تھا۔ جب وہ سامان سمیٹ کر نکل رہی تھی تو اسے یاد آیا کہ اس کے پاس رقم نام کی کوئی چیز نہیں تھی اور رقم کے لیے اس کے پاس فروخت کرنے کے لیے لیپ ٹاپ اور اس کی بعض چیزوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ یہ چیزیں وہ کسی صورت فروخت نہیں کر سکتی تھی۔ سیڑھیاں اترتے ہوئے اسے خالد احمد اور اس کی پیش کش کا خیال آیا۔ اسے کوئی محفوظ پناہ گاہ تلاش کرنا تھی جہاں وہ ماجد کی پہنچ سے باہر ہوتی۔ وہ انتقاماً اس پر کوئی الزام لگا کر اسے پھر سے نفسیاتی علاج گاہ پہنچا سکتا تھا۔ نیچے گلی میں آکر اس نے آس پاس دیکھا اور پھر ایک چھوٹی گلی میں مڑتے ہوئے اس نے اپنا موبائل نکالا اور خالد احمد کا نمبر دیکھ کر اسے کال کرنے لگی۔

☆☆☆

خالد وہاں سے گیا نہیں تھا بلکہ کچھ ہی دور اپنی گاڑی سمیت موجود تھا اور یہاں سے لیلیٰ والی عمارت پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ جب وہ اس کے اپارٹمنٹ سے نکل رہا تھا تو اس کی چھٹی حس نے خبردار کیا کہ لیلیٰ خوف زدہ ہے اور شاید وہ یہاں سے نکل جائے۔ اس کا اندازہ درست نکلا۔ دس منٹ بعد ہی لیلیٰ ایک ہینڈ کیری اور ایک لیپ ٹاپ بیگ کے ساتھ گلی میں اترتی دکھائی دی پھر وہ ایک طرف چل پڑی۔ خالد گاڑی سے اتر کر اس کے پیچھے جانے لگا۔ لیلیٰ ایک چھوٹی سی گلی کی طرف مڑ گئی۔ اس سے پہلے کہ خالد گلی تک پہنچتا، اس کے موبائل نے بیل دی۔ اس نے جلدی سے رک کر دیکھا۔ اس کا یہ نمبر بس چند افراد ہی جانتے تھے۔ وہ لیلیٰ کا نمبر دیکھ کر چونک گیا۔

''ہیلو۔''

''میں لیلیٰ بات کر رہی ہوں۔'' اس نے بدستور ناراض لہجے میں کہا۔

''مجھے یقین تھا کہ تم رابطہ ضرور کرو گی۔''

''سنو، مجھے رقم کے علاوہ کسی ٹھکانے کی ضرورت بھی ہے۔''

''جیکب مائر نے مجھے ایک کاٹیج دے رکھا ہے اور اس

میں ایک چھوٹا سا بیڈ روم بھی ہے۔ وہ تم لے لینا۔''

''معاوضہ کیا ملے گا؟''

''تم اپنی ڈیمانڈ بتاؤ۔''

''سو امریکی ڈالرز روزانہ۔ لبنانی کرنسی کا بھروسا نہیں ہے کہ کب اس کی قیمت گر جائے۔''

''منظور ہے۔'' خالد نے کہا۔ ''رہائش کے ساتھ طعام اور دوسرے اخراجات بھی میرے ذمے ہوں گے۔''

''تم کہاں ہو؟''

''اس گلی کے سرے پر جہاں سے تم نے مجھے کال کی ہے۔ واپس آجاؤ، میں جب تک گاڑی لا رہا ہوں۔''

چند منٹ بعد خالد گاڑی لایا تو لیلیٰ گلی کے ساتھ کھڑی دھواں اڑا رہی تھی۔ بیگ اس کے پیروں میں پڑا تھا۔ خالد نے اس کے لیے دروازہ کھول دیا۔ اس نے بیگ عقبی نشست پر ڈال دیا اور خود اس کے برابر میں آبیٹھی۔

''کرائے کی کار ہے؟''

''میں غیر ملکی ہوں۔ شاید گاڑی نہیں خرید سکتا۔'' خالد نے کہا۔ ''ویسے اس کا کرایہ بھی جیکب مائر کے ذمے ہے۔''

''اس نے تمہیں فری ہینڈ دے رکھا ہے؟''

''وہ روتھی کی گم شدگی کا معما حل کرنے کے لیے کوئی بھی رقم خرچ کرنے کو تیار ہے۔''

''اور پانچ لاکھ ڈالرز کا انعام بھی دے رہا ہے۔''

''مجھے اس نے ایک ملین ڈالرز کی پیش کش کی ہے۔''

لیلیٰ نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ''واقعی... اور تم مجھے بتا رہے ہو۔ اگر تم کامیاب رہے تو تمہیں اس میں سے مجھے بھی حصہ دینا ہوگا۔''

''میں صحافی ہوں۔ اگر ایسی باتیں سوچتا تو بینکر یا بزنس مین ہوتا۔ ویسے تمہارا حصہ کس لیے؟ میں تمہیں منہ مانگے معاوضے پر ہائر کر کے لے جا رہا ہوں۔''

''میں تمہارے بہت کام آسکتی ہوں۔''

''فی الحال تو میں تمہارے کام آرہا ہوں۔'' خالد نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا اور اچانک پوچھا۔ ''تم کس کے خوف سے اپنا گھر چھوڑ کر بھاگی ہو؟''

لیلیٰ جواب میں باہر دیکھنے لگی۔ خالد نے دوبارہ سوال نہیں کیا، سفر خاموشی سے گزرا۔ کاٹیج کے نزدیک پہنچ کر خالد نے گاڑی اس ریستوران کے سامنے پارک کر دی جہاں وہ کھانا کھاتا تھا۔ لنچ کا وقت ختم ہونے والا تھا اس لیے انہیں لنچ پر گزارہ کرنا پڑا۔ لیلیٰ نے جس بے تابی سے کھایا، اس سے خالد نے اندازہ لگایا کہ وہ کئی وقت سے بھوکی تھی۔

کافی پی کر وہ باہر آئے تو لیلیٰ نے سگریٹ سلگا لیا اور کار کے بونٹ کے ساتھ ٹک گئی۔ اس نے کہا۔

''تمہارے ساتھ مزید سفر کرنے سے پہلے میں چند باتوں کی وضاحت کر دوں۔ اوّل یہ کہ میں تمہارے ساتھ ایک جگہ رہوں گی لیکن تم مجھ سے مزید کسی تعلق کا مطالبہ نہیں کرو گے۔''

''لاحول ولا...'' خالد نے بے ساختہ کہا۔ ''میرے ذہن میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔''

لیلیٰ اس کے انداز سے متاثر ہوئے بغیر بولی۔ ''دوسرے یہ کہ معاوضہ مجھے ہر روز پیشگی درکار ہوگا۔''

خالد نے پرس سے سو ڈالرز کے مساوی لبنانی کرنسی نکال کر لیلیٰ کی طرف بڑھا دی۔ ''مزید کچھ؟''

''نہیں، فی الحال اتنا کافی ہے۔'' اس نے شکریہ ادا کیے بغیر رقم لے کر جینز کی جیب میں ٹھونس لی اور جلدی جلدی کش لے کر سگریٹ ختم کرنے لگی۔ خالد گاڑی میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔ دس منٹ بعد وہ کیبن کے سامنے رکے تو لیلیٰ نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ ''کام کے لحاظ سے یہ بہترین جگہ ہے لیکن یہاں انٹرنیٹ کنکشن موجود ہے؟''

''بالکل ہے، ورنہ اس کے بغیر تمہیں ہائر کرنے کا فائدہ؟''

وہ اندر آئے۔ خالد نے سب سے پہلے بھٹی میں لکڑی ڈالی۔ لیلیٰ کیبن کا معائنہ کر رہی تھی۔ وہ بورڈ کی طرف آئی اور اس نے تصویروں کا معائنہ کیا۔ اس نے خالد سے پوچھا۔ ''میں نے ہنری کی بائبل میں پہلے صفحے پر کچھ عورتوں کے نام دیکھے ہیں۔ کیا اس نام کی عورتیں مائر خاندان میں پائی جاتی ہیں یا تھیں؟''

خالد نے بھٹی کا دروازہ بند کیا اور اس کی طرف دیکھا۔ ''تمہاری تحقیق کیا کہتی ہے؟''

''مجھے مائر خاندان کی تاریخ میں یہ نام نہیں ملے۔ تم نے ناموں پر غور کیا، ان میں کیا چیز مشترک ہے؟''

خالد نے سر ہلایا۔ ''یہ سب یہودی نام ہیں۔ آج بھی یہودی عورتوں میں یہ نام عام ملتے ہیں لیکن عیسائیوں میں بہت کم عورتوں کے یہ نام ملیں گے۔''

''تم نے ٹھیک نتیجہ نکالا ہے۔'' لیلیٰ نے پھر سگریٹ سلگایا۔ ''لیکن نمبروں کا معما میں نہیں سمجھ سکی ہوں۔''

''اتنی جلدی کیا ہے، ابھی ہمارے پاس خاصا وقت ہے، اس معمے کو حل کرنے کے لیے۔ آؤ، میں تمہیں تمہارا بیڈروم دکھا دوں، سامان بھی وہیں رکھنا، واش روم تمہیں شیئر کرنا

پڑے گا۔"
"نو پرابلم۔" اس نے سگریٹ ایش ٹرے میں بجھا دی اور بیگ اٹھا کر بیڈ روم کی طرف چل دی۔ خالد نے جیکب مائر کو کال کر کے اسے اطلاع دی کہ اس نے اپنی معاونت کے لیے ایک لڑکی کو ہائر کیا ہے۔

"میں جانتا ہوں، اس نے تمہارے بارے میں ہمیں معلومات فراہم کی تھیں اور یہ اپنے کام کی ماہر ہے۔" جیکب مائر نے کہا۔ "ویسے مجھے اطلاع دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے تمہیں فری ہینڈ دے رکھا ہے۔"

"شکریہ جناب!"

لیلیٰ اپنا بیگ رکھ کر آ گئی تھی اور اب میز پر اپنا لیپ ٹاپ سیٹ کر رہی تھی۔ خالد نے انٹرنیٹ وائی فائی پر سیٹ کر لیا تھا۔ اب وہ بغیر تار لگائے انٹرنیٹ استعمال کر سکتا تھا۔ ایک عدد لیزر جیٹ پرنٹر اور ایک عدد اعلیٰ قسم کا اسکینر بھی وہاں موجود تھا۔ خالد صوفے پر بیٹھا لیلیٰ کو کام کرتے دیکھ رہا تھا۔ اس نے خالد کی طرف دیکھے بغیر سوال کیا۔ "تم مجھ سے کیا کام لینا چاہتے ہو؟"

"روتھی مائر کیس کی بہت ساری تفصیلات مختلف سرکاری کمپیوٹروں میں محفوظ ہیں۔ اگر میں یہ معلومات براہِ راست حاصل کرنا چاہوں گا تو وہ مجھے نہیں ملیں گی یا بہت مشکل سے ملیں گی۔ میں چاہتا ہوں کہ تم یہ معلومات ہیک کر لو۔"

"یہ چوری ہوگی۔"

"اور تم نے میرے کمپیوٹر میں گھس کر جو معلومات نکالی ہیں ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟" خالد کا لہجہ طنزیہ ہو گیا۔

"ٹھیک ہے، یہ بھی چوری ہے، پر تم اس پر مجھے جیل نہیں بھیجو گے۔ لیکن سرکاری کمپیوٹرز میں چوری کرتے ہوئے پکڑے گئے تو جیل جائیں گے۔"

"کیا تم ڈر رہی ہو؟"

"میں صرف تمہیں خبردار کر رہی ہوں، ورنہ میں سو ڈالرز روزانہ کے عوض یہ خطرہ مول لے چکی ہوں۔"

خالد اٹھ کر بورڈ کے پاس آیا۔ اس نے ہنری کی بائبل سے ملنے والی عورتوں کے نام اور ان کے آگے لکھے نمبروں کی طرف اشارہ کیا۔ یہ اس نے خود لکھ کر یہاں پن کیے تھے۔

"تمہارا کیا خیال ہے، ان نمبروں کا مطلب کیا ہے؟"

"تمہارے خیال میں ان عورتوں کے ناموں اور نمبروں کا تعلق روتھی مائر کیس سے ہو سکتا ہے؟"

"ہم بالکل اندھیرے میں ہیں اس لیے جب تک ہر چیز کو کلیئر نہیں سمجھیں گے، آگے کس طرح بڑھ سکتے ہیں؟"

لیلیٰ سوچ میں پڑ گئی پھر اس نے کہا۔ "تم نے جیکب یا مائر خاندان کے دوسرے لوگوں سے ان ناموں کے بارے میں معلوم کیا ہے؟"

"نہیں۔"

"معلوم کرو، ممکن ہے کسی کو ان کے بارے میں علم ہو۔"

"تم نے اچھا مشورہ دیا ہے۔" خالد نے سر ہلایا اور اپنا لیپ ٹاپ بند کر کے کیبن سے باہر نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی لیلیٰ نے جلدی سے لیپ ٹاپ کھول کر آن کیا لیکن اس پر پاس ورڈ آ گیا تھا۔

☆☆☆

جیکب مائر کا چہرہ اتنا تازہ نہیں تھا جتنا ایک دن پہلے تھا۔ وہ کرسی پر نیم دراز تھا۔ اس نے خالد کی طرف دیکھ کر نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں، میں ان عورتوں کو نہیں جانتا۔ میرے جاننے والوں میں اس نام کی عورتیں نہیں ہیں۔"

"ممکن ہے ہنری کے جاننے والوں میں ہوں۔"

جیکب چونکا۔ "ہنری اس معاملے میں کہاں سے آ گیا؟"

"یہ نام اس کی بائبل پر لکھے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ ہندسے بھی درج ہیں۔ ہر نام کے آگے ایک ہندسہ ہے۔"

جیکب نے نفی میں سر ہلایا۔ "ہنری عورتوں سے میل جول پسند نہیں کرتا تھا، وہ عورتوں سے نفرت کرتا تھا۔ رونن اور روتھی کی ماں شمیل سے اس کے تعلقات برسوں پہلے ختم ہو چکے تھے۔ مجھے نہیں یاد کہ میں نے ہنری کے بارے میں سنا ہو کہ وہ کسی عورت سے ملتا ہے یا اس کے کسی عورت سے کسی بھی قسم کے تعلقات ہیں۔"

"مذہبی لحاظ سے وہ کیسا تھا؟"

"تم اسے انتہا پسند کہہ سکتے ہو۔ دوسری جنگِ عظیم کے دوران وہ یورپ میں تھا اور وہاں وہ مذہب سے متاثر ہوا۔ میں نہیں جانتا کہ اس کے عقائد کیا تھے کیونکہ بہ ظاہر تو ہم کیتھولک ہیں۔ مگر ایک بار ندی کے اوپر والے کیبن میں، میں نے ہنری کے ذخیرے کو دیکھا تھا۔ اس میں کئی ایسی کتابیں نظر آئیں جو مذہبی انتہا پسندی کو اجاگر کرتی تھیں۔ یہ کتابیں کیتھولک چرچ میں ممنوع ہیں۔ حالانکہ تین صدی پہلے تک کیتھولک چرچ بھی انتہا پسند سمجھا جاتا تھا۔"

"بعض معاملات میں اس کی انتہا پسندی برقرار ہے۔" خالد نے کہا۔

جیکب مائر مسکرایا۔ "میں سمجھ رہا ہوں۔ بہرحال، میں نے محسوس کیا کہ ہنری کسی غلط سمت میں نکل گیا ہے مگر یہ اس کا ذاتی معاملہ تھا۔ اس کے بعد وہ محدود ہوتا گیا۔ اس نے لوگوں سے ملنا جلنا ترک کر دیا۔ وہ بہت پینے لگا تھا اور اکثر ندی والے کیبن میں وقت گزارتا تھا۔ اتنے پاس رہنے کے باوجود دوسروں سے اس کی ملاقات مہینوں میں ہوتی تھی۔"

"ہنری کی لاش ندی سے نکلی تھی؟"

"نہیں، اسے ایک نگران نے برج سے جھیل میں تیرتے دیکھا تھا۔ اگر اس کی نظر نہیں پڑتی تو لاش آگے کہیں بہہ جاتی اور شاید روتھی کی طرح اس کا بھی سراغ نہ ملتا۔"

"آپ کی باتوں سے لگتا ہے کہ آپ یا دوسرے ہنری کے زیادہ قریب نہیں تھے لیکن یہاں کوئی ایسا ہوگا جو ہنری کے قریب سمجھا جاتا ہوگا۔"

جیکب نے سر ہلایا۔ "صرف اولیور کے بارے میں یہ بات کہی جا سکتی ہے۔ اولیور ہمارا فرسٹ کزن لگتا ہے۔ وہ عمر میں مجھ سے پانچ سال چھوٹا ہے۔ ہنری کی طرح وہ بھی مذہب کی طرف رجحان رکھتا ہے اور اسی کی طرح وہ دوسروں سے میل جول پسند نہیں کرتا۔ جہاں پہاڑیوں پر مکانات شروع ہوتے ہیں وہیں سرخ رنگ کا لکڑی سے بنا دو منزلہ مکان اولیور کی رہائش گاہ ہے۔"

"اولیور ان عورتوں کے بارے میں بتا سکتا ہے؟"

"شاید... لیکن میں تمہیں بتا دوں، وہ کسی سے ملنا پسند نہیں کرتا۔ اس بات کا پورا امکان ہے کہ وہ تمہیں دروازے سے ہی بھگا دے۔"

"میں کوشش ضرور کروں گا۔" خالد اٹھتے ہوئے بولا۔ "اب مجھے اجازت دیجیے۔"

لیکن جیکب کا اندیشہ درست نکلا.... کال بیل کے جواب میں اولیور کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ خالد کئی بار بیل بجا کر اور دس منٹ تک انتظار کرنے کے بعد وہاں سے مایوس لوٹ آیا۔ اس نے رونن اور نتاشا سے معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن صرف نتاشا سے ملاقات ہو سکی۔ رونن اسپتال میں تھا۔ نتاشا نے کہا۔ "نہیں، میں نے کبھی ان عورتوں کا نام نہیں سنا اور نہ ہی میرے علم میں ایسی کوئی بات ہے کہ انکل ہنری کا کسی عورت سے تعلق رہا ہو۔ جہاں تک میں جانتی ہوں، وہ عورتوں سے نفرت کرتے تھے۔ حتیٰ کہ خاندان کی عورتوں سے ملنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔"

"اولیور مائر کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"ممکن ہے ان کے پاس تمہارے سوال کا جواب ہو لیکن وہ کسی سے ملنا پسند نہیں کرتے۔ اکثر گھر میں ہوتے ہیں اور کال بیل کا جواب بھی نہیں دیتے۔ خیالات کے لحاظ سے تم انہیں دوسرا انکل ہنری کہہ سکتے ہو۔"

"یعنی مذہبی انتہا پسندانہ خیالات اور عورتوں سے نفرت کے معاملے میں وہ ہنری کی طرح ہیں؟"

"میرا یہی خیال ہے۔" نتاشا نے جواب دیا۔ اب نتاشا کے انداز میں خالد کے لیے لگاوٹ نہیں تھی۔ وہ معمول کے انداز میں بات کر رہی تھی۔ شاید ایک ہی بار میں اسے خالد کی فطرت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ "ایک کپ کافی کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"نہیں، شکریہ! مجھے اب واپس جانا ہے۔" خالد نے انکار کر دیا۔

"میں دیکھ رہی ہوں کہ تم اس سلسلے میں بہت محنت کر رہے ہو۔"

"میں اس کا معاوضہ لے رہا ہوں۔" خالد نے کہا اور پہاڑی سے نیچے اترنے لگا۔ وہ کیبن میں واپس آیا تو لیلیٰ واش روم میں تھی اور شاور سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ چند منٹ بعد وہ گیلے بالوں سے پانی نچوڑتی ہوئی باہر آئی۔ اس نے باتھ روب پہن رکھا تھا۔ اس نے سوالیہ نظروں سے خالد کی طرف دیکھا۔ وہ صوفے پر دراز ہو گیا۔

"کام نہیں ہوا۔ جیکب اس نام کی عورتوں سے واقف نہیں ہے اور نہ ہی وہ یہ جانتا ہے کہ ہنری کے کن عورتوں سے تعلقات تھے۔ ویسے کام کی بات یہ معلوم ہوئی ہے کہ ہنری مذہبی انتہا پسند تھا اور عورتوں سے نفرت کرتا تھا۔"

"مجھے ایسے لوگوں سے نفرت ہے۔" لیلیٰ نے کہا۔ "یہ نمبروں والا معاملہ میرے ذہن میں اٹک گیا ہے۔"

"یہ اتنی اہم بات نہیں ہے۔ میرا خیال ہے، نمبر بائبل کی آیات کے نمبر ہیں۔ اصل اہمیت ان عورتوں کے ناموں کی ہے۔ ہنری کی بائبل میں ان کے نام کیوں لکھے ہیں؟"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" لیلیٰ نے سوچ کر کہا اور.... بیڈروم میں چلی گئی۔ کچھ دیر بعد لباس بدل کر آ گئی۔ "ڈنر کا کیا ہو گا؟"

"ہم اسی ریستوران میں چلیں گے، وہاں کھانا اچھا ملتا ہے۔"

راستے میں خالد نے ریڈیو ٹیون کیا اور ایک جگہ سے بیتھوون کی سمفنی آ رہی تھی۔ وہ اس سے لطف اندوز ہونے

www.Paksociety.com

لگا۔ لیلیٰ کچھ دیر سنتی رہی پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر چینل بدل دیا۔ اس چینل سے اسپینش پاپ جاز آرہا تھا۔ اس نے وہی لگا دیا۔ خالد نے اسے گھور کر دیکھا اور کچھ دیر بعد دوبارہ بیتھوون کی سمفنی لگا دی۔ لیلیٰ کا موڈ آف ہوگیا اور اس نے جھنجلا کر ریڈیو ہی بند کر دیا۔ لیکن ڈنر کے وقت اس کا موڈ کسی قدر بحال ہوگیا۔ شاید اسے اپنے رویّے پر ندامت ہوئی تھی لیکن اس نے اسے ظاہر نہیں کیا۔ کھانے کے بعد انہوں نے کافی لی۔ خالد نے اس سے پوچھا۔

''تم پیتی ہو؟''

''ہاں لیکن کبھی کبھی۔''

''اگر تم چاہو تو اپنے لیے کچھ منگوا سکتی ہو۔''

''نہیں، میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کر رہی ہوں۔'' وہ بولی۔ ''تم پیتے ہو؟''

''نہیں، میں نے کبھی نہیں پی اور نہ آئندہ کے لیے ارادہ ہے۔'' خالد نے بل کی رقم پلیٹ میں رکھتے ہوئے کہا۔ وہ تھک گیا تھا اور اس کا ارادہ تھا کہ گرم پانی کا شاور لے کر سو جائے گا۔ لیلیٰ کیبن میں آتے ہی کمپیوٹر آن کر کے اس میں مصروف ہوگئی۔ خالد شاور لے کر آیا اور کمبل میں گھس کر لیٹ گیا۔ لیلیٰ نے اس کی طرف دیکھا۔

''تم رات کو کام نہیں کرتے؟''

''جب تک مجبوری نہ ہو۔ میرا خیال ہے، رات خدا نے آرام کے لیے بنائی ہے اور دن کام کے لیے۔''

لیلیٰ نے غور سے اسے دیکھا۔ ''تم خدا کا زیادہ ہی ذکر نہیں کرتے؟''

''ہاں کیونکہ اسی کا پیدا کیا ہوا ہوں۔'' خالد نے کہا اور موضوع بدل دیا۔ ''تم کیا کر رہی ہو؟''

''اب میں ان عورتوں کو انٹرنیٹ پر تلاش کر رہی ہوں۔''

خالد چونک کر بیٹھ گیا۔ ''وہ کیسے؟''

''دیکھو اگر ہنری نے ان عورتوں کا نام بائبل میں لکھا ہے تو اس کا امکان ہے کہ ان کے ساتھ کوئی خاص واقعہ پیش آچکا ہے۔ ممکن ہے یہ کوئی حادثہ ہو اور اس صورت میں اسے انٹرنیٹ پر تلاش کرنا آسان ہوگا۔''

خالد کمبل سمیت اس کے پاس چلا آیا۔ ''تم کیسے تلاش کرو گی؟''

''پہلے تو لبنان کی حد میں تلاش کروں گی۔'' وہ کی بورڈ پر انگلیاں چلاتے ہوئے بولی۔ ''اگر یہاں نہیں ملا تو دنیا میں تلاش کروں گی۔''

''لبنان کی حد میں کیسے تلاش کرو گی؟''

''پولیس ریکارڈ میں گھس کر۔'' وہ بولی۔ ''اب خاموش رہو۔''

لیلیٰ نے سگریٹ سلگا لیا اور پوری طرح کام میں مگن ہو گئی۔ خالد چھوٹے صوفے میں سمٹا ہوا اسکرین دیکھ رہا تھا۔ اس پر یکے بعد دیگرے مختلف پیجز کھل رہے تھے۔ لیلیٰ لبنان پولیس کے سینٹرل ریکارڈ تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب رہی تھی اور اب وہاں ناموں کی مدد سے کیس فائلیں دیکھ رہی تھی۔ اچانک اس نے جوش سے کہا۔ ''مل گئی۔''

خالد اٹھ کر آگے آیا۔ یہ ایک چھوٹی فائل تھی جس میں لبنان کی آزادی کے بعد وہ کیس تھے جو حل نہیں ہو سکے تھے۔ یہ تمام تر قتل کے کیسز تھے۔ ناموں کی ایک طویل فہرست تھی۔ ارمانہ کا نام شروع میں مل گیا تھا۔ اس کے بعد ڈیلا، میگڈا، روبی اور شیلا کے نام تھے۔ لیلیٰ نے اضطرابی انداز میں کہا۔ ''میرے خدا! یہ تمام عورتیں ماری جا چکی ہیں اور ان کے نام ہنری نے اپنی بائبل میں لکھے ہیں۔''

''یہ عورتیں کب اور کس طرح قتل ہوئی ہیں؟''

لیلیٰ پھر کام میں لگ گئی۔ چند منٹ بعد اس نے مزید چند فائلیں تلاش کر لیں۔ ان پانچ عورتوں کے کیسز کے بارے میں معلومات محدود تھیں لیکن جو تھیں، ان کے مطابق ان عورتوں کو آبروریزی کے بعد شدید نوعیت کے تشدد کا نشانہ بنا کر قتل کیا گیا تھا۔ ان کو جلایا گیا تھا۔ ان کے اعضا کاٹے گئے تھے اور مختلف آلات سے انہیں مختلف قسم کے زخم لگائے گئے تھے... اور آخر میں ان کے منہ پر پلاسٹک شیٹ لپیٹ کر انہیں ہلاک کر دیا گیا تھا۔ سب سے پہلے انیس سال کی ڈیلا کو ہلاک کیا گیا تھا۔ یہ قتل کوئی چالیس برس پہلے ہوا تھا۔ پھر ارمانہ اور باقی تین عورتیں ماری گئی تھیں۔ آخری عورت شیلا کوئی بتیس برس پہلے ماری گئی تھی۔ تاریخ بارہ فروری تھی۔ خالد غور سے یہ سب دیکھ رہا تھا۔ اس نے جلدی سے اپنا لیپ ٹاپ آن کیا اور اس میں ہنری کی موت سے متعلق اسکین شدہ دستاویزات نکالیں۔ ان کے مطابق ہنری چودہ اپریل کے دن ڈوب کر ہلاک ہوا تھا۔ خالد نے کہا۔

''آخری عورت ہنری کے مرنے سے صرف دو مہینے پہلے ماری گئی تھی۔''

''تمہارا کیا خیال ہے، ہنری ان عورتوں کا قاتل تھا؟''

''ممکن ہے لیکن پہلے پولیس کے ریکارڈ کو دیکھنا ہوگا۔''

''کیا پولیس والے ایک صحافی کو ریکارڈ دکھا دیں گے؟''

''کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔''

☆☆☆

علاقے کا پولیس چیف زید الکافی تقریباً پچپن برس کا اسمارٹ اور صحت مند شخص تھا۔ باریک ترشی مونچھوں اور نفاست سے بنے بالوں کے ساتھ وہ بہت تیز بین اور ذہین نظر آنے والا شخص تھا۔ اس نے گرم جوشی سے خالد اور لیلیٰ سے ہاتھ ملایا۔ ''مجھے جیکب مائر نے تمہارے بارے میں اطلاع دی تھی۔ ویسے بھی تمہارا نام اجنبی نہیں ہے۔ بتاؤ میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟''

''مجھے چند کیسز کے بارے میں معلومات درکار ہیں۔'' خالد نے کہا۔ ''آج سے چالیس سے بتیس برسوں کے درمیان شمالی لبنان میں کم سے کم پانچ خواتین کو تشدد آمیز قتل کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ ان کے قاتل آج تک نہیں پکڑے جا سکے ہیں۔''

زید نے غور سے اسے دیکھا۔ ''میرا خیال ہے کہ تم روتھی مائر کی گمشدگی کا معما حل کرنے کی کوشش کر رہے ہو؟''

''بالکل، یہ بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔''

''تمہیں شبہ ہے کہ ان میں سے کوئی عورت اصل میں روتھی مائر تھی؟''

''نہیں، پولیس صرف قاتل کے بارے میں نہیں جان سکی ورنہ عورتوں کے بارے میں سب معلوم کر لیا تھا۔ پولیس کا خیال ہے کہ تمام قتل ایک ہی شخص نے کیے ہیں جو شاید جنسی جنونی تھا اور اس نے ایک ہی طریقے سے ان عورتوں کو قتل کیا تھا۔''

زید چونک گیا۔ ''ہاں، مجھے یاد آگیا۔ ان میں سے ایک مرڈر میرے علاقے میں ہوا تھا۔ عورت کا نام شاید میگڈا تھا اور وہ یہودی تھی۔''

''تمام قتل ہونے والی عورتیں یہودی ہیں۔'' لیلیٰ بولی۔ ''یہ کسی مذہبی جنونی کا کام بھی ہو سکتا ہے۔''

''مذہبی جنونی۔'' زید نے گہری سانس لی۔ ''لبنان اس لحاظ سے دنیا کا مشکل ترین ملک ہے کہ یہاں نہ صرف تین الگ الگ مذاہب کے ماننے والے ملتے ہیں بلکہ ان مذاہب کے ذیلی فرقے بھی ہیں اور یہ سب آپس میں شدید قسم کے اختلافات بھی رکھتے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق چالیس فیصد جرائم کا تعلق انہی اختلافات سے ہوتا ہے۔ میرا ابھی یہی اندازہ ہے کہ یہ قتل کسی مذہبی جنونی کا کام ہیں لیکن وہ کون ہے، اس کا اندازہ تقریباً ناممکن ہے۔ مسلمان یا عیسائی ہونا قرین قیاس ہے لیکن کوئی یہودی بھی قاتل ہو سکتا ہے۔''

''مجھے ان کیسز کے بارے میں معلوم کرنا ہے۔''

''روتھی کیس سے ان کا کیا تعلق بنتا ہے؟''

''فی الحال تو کوئی تعلق نہیں ہے لیکن ہو سکتا ہے کوئی ایسا نکتہ مل جائے جس سے تعلق بن جائے۔''

زید نے ان کے لیے قہوہ منگوایا اور ساتھ میں فائل منگوائی۔ تمام قتل الگ الگ علاقوں میں ہوئے تھے۔ زید نے کہا۔ ''تمہیں متعلقہ پولیس اسٹیشن جانا ہوگا۔ میں کال کر کے بتا دوں گا۔ وہاں کا انچارج تم سے مکمل تعاون کرے گا۔ میرے علاقے کا جو کیس ہے، اس کی فائل تم دیکھ سکتے ہو۔''

میگڈا ایک متوسط یہودی گھرانے سے تعلق رکھتی تھی جو کئی صدیوں سے یہاں آباد تھا۔ میگڈا مقامی ہائی اسکول کی طالبہ تھی اور قتل سے دو دن پہلے غائب ہوئی تھی۔ اسے کسی کے ساتھ نہیں دیکھا جا سکا تھا۔ دو دن بعد اس کی عریاں اور ایک ٹانگ کٹی لاش نزدیکی جنگل سے ملی تھی۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق اسے قتل کرنے سے پہلے کئی بار زیادتی کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ زندہ حالت میں کسی تیز دھار آلے سے اس کی ٹانگ کاٹ دی گئی تھی اور پھر اس کے منہ پر پلاسٹک لپیٹ کر اسے ہلاک کیا گیا تھا۔ پولیس قاتل کا سراغ لگانے میں ناکام رہی تھی۔ فائل واپس کر کے خالد نے زید الکافی کا شکریہ ادا کیا تو وہ مسکرایا۔

''اس کی ضرورت نہیں ہے... لیکن میرا خیال ہے تم اپنا وقت برباد کر رہے ہو۔ روتھی مائر کا کیس تیس سال پہلے بند ہوگیا تھا اور اب اس کے حل ہونے کی کوئی امید باقی نہیں ہے۔''

''جیکب مائر کو اب بھی امید ہے اور اس نے اسی امید پر مجھے ہائر کیا ہے۔''

''تمہارا کیا خیال ہے؟''

''میرا کوئی خیال نہیں ہے، بس میں کام کر رہا ہوں۔'' خالد نے کہا۔

وہ باہر آئے، گاڑی میں بیٹھتے ہوئے لیلیٰ بولی۔ ''پولیس چیف کو یہ بات پسند نہیں آئی ہے۔''

''ظاہر ہے، وہ کیوں پسند کرے گا کہ جو مُردہ اپنے طور پر دفن کر چکا ہے، ہم اسے پھر سے اکھاڑتے پھریں۔''

اس دن وہ شمالی لبنان کے مختلف حصوں میں گھومتے

www.Paksociety.com

رہے اور ماری جانے والی باقی چار عورتوں کی پولیس تفتیش کی فائلیں دیکھیں۔ یہ تمام عورتیں بائیس سے سترہ سال کے درمیان میں تھیں۔ تمام متوسط یہودی گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں اور تمام اسکول میں پڑھتی تھیں یا پڑھ چکی تھیں۔ یہ عورتیں قتل ہونے سے دو تین دن پہلے غائب ہوئی تھیں اور ان کی لاشیں کسی نزدیکی جنگل سے ملی تھیں۔ واپس آتے ہوئے خالد شمالی لبنان کا ایک تفصیلی نقشہ لے آیا تھا۔ اس نے نقشہ بورڈ پر پن کر دیا اور اس پر پین سے ان مقامات پر نشانات لگائے جہاں عورتیں غائب ہوئی تھیں اور پھر ان کی لاشیں ملی تھیں۔ پھر اس نے مائر اسٹیٹ سے ان کا فاصلہ دیکھا۔

"ان میں سے کوئی جگہ مائر اسٹیٹ سے تیس میل سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہے۔"

لیلیٰ بولی۔ "کیا تم نے فیصلہ کرلیا ہے کہ ان عورتوں کو ہنری نے قتل کیا ہے؟"

"اگر اس نے نہیں کیا ہے تو اس کے مرنے کے بعد ایسی لاشیں ملنا کیوں بند ہوگئی تھیں؟"

لیلیٰ نے اس کی بات پر غور کیا۔ "اگر یہ بات مان لی جائے تب بھی روتھی کی گم شدگی سے اس کا کیا تعلق بن سکتا ہے... وہ اپنے باپ کے مرنے کے دو سال بعد غائب ہوئی تھی۔"

"یہ ظاہر نہیں ہے لیکن میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ اس کا روتھی کی گم شدگی سے کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہے۔"

وہ رات کے لیے کھانا پیک کرا لائے تھے۔ خالد نے کھانا گرم کیا اور میز پر لگایا۔ لیلیٰ کو اس قسم کے کاموں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس نے کھانا کھایا۔ پھر خالد نے کافی بنائی اور وہ دونوں صوفوں پر سمٹ کر بیٹھ گئے۔ "اس کام کے بعد تم پاکستان واپس چلے جاؤ گے؟"

"ہو سکتا ہے۔" خالد نے کہا۔ "ممکن ہے میں کامیاب ہو جاؤں تو مجھے کئی برس تک کچھ کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی اور میں وہ کتابیں لکھ سکوں گا جو میں لکھنا چاہتا ہوں۔"

"یعنی تم صحافی رہنا چاہتے ہو؟" لیلیٰ نے تبصرہ کرنے کے انداز میں کہا۔ خالد نے اسے غور سے دیکھا۔

"تم کیا چاہتی ہو؟"

لیلیٰ نے اس سوال کا جواب صرف شانے اُچکا کر دیا اور سگریٹ سلگا لیا۔ خالد نے کہا۔ "تم اسموکنگ زیادہ کرتی ہو۔"

اس نے سرد لہجے میں کہا۔ "اور میں اس بارے میں بات کرنا پسند نہیں کرتی۔"

"مرضی ہے تمہاری۔" خالد نے شانے اُچکائے۔ "کینسر کا خطرہ تمہارے حصے میں آئے گا۔ ویسے تم بتا دو کہ تم اور کس کس بارے میں بات کرنا پسند نہیں کرتی ہو؟"

"کوئی دوسرا شخص میرے بارے میں بات کرے، یہ بھی مجھے ناپسند ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" خالد نے خشک لہجے میں کہا۔ "میں نے تمہیں ایک کام کے لیے ہائر کیا ہے لیکن میں تمہاری وجہ سے کسی مشکل میں نہیں پڑنا چاہتا۔ کیا تمہارے ماضی میں کوئی ایسی چیز ہے جو کسی طرح بھی میرے لیے مشکل کا باعث بنے؟"

لیلیٰ نے سگریٹ ایش ٹرے میں مسل دی۔ وہ بے چین نظر آنے لگی لیکن اس نے کچھ کہا نہیں۔ خالد نے پھر پوچھا۔ "تم کس سے خوف زدہ ہو کر اپنے فلیٹ سے بھاگی تھیں؟"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔" وہ تند لہجے میں بولی اور اٹھ کر بیڈ روم کی طرف چلی گئی۔ خالد سونے کے لیے لیٹ گیا۔ صبح اس کی آنکھ حسبِ معمول چھ بجے کھل گئی اور وہ لباس تبدیل کرکے جاگنگ کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ موسم بدل رہا تھا۔ فروری کی آمد کے ساتھ ہی سردی میں کسی قدر کمی آئی تھی۔ پھر بھی یہ صبح نہایت سرد تھی۔ خالد واپس آیا تو لیلیٰ بدستور سو رہی تھی۔ وہ رات دیر تک جاگنے اور دیر سے سونے کی عادی تھی۔ خالد نے اپنے لیے کافی بنائی اور لیپ ٹاپ کھول لیا۔ اس نے روتھی کی تصاویر نکالیں۔ یہ تین تصاویر تھیں۔ اس نے ایک سافٹ ویئر کی مدد سے انہیں واضح کیا۔ پہلی تصویر میں روتھی سامنے دائیں طرف دیکھ رہی تھی، دوسری تصویر میں اس کے چہرے پر خوف نمایاں ہو رہا تھا اور تیسری تصویر میں وہ مڑ کر وہاں سے جانے لگی تھی۔ خالد نے محسوس کیا کہ یہ تصاویر ناکافی تھیں۔ پولیس نے جہاں سے یہ تصاویر حاصل کی تھیں، وہاں یقیناً اور تصاویر بھی ہوں گی مگر ریکارڈ کا حصہ بس یہی بنی تھیں۔ لیلیٰ اٹھ کر بیڈ روم سے باہر آئی۔ اس نے خالد کے شانے سے جھک کر روتھی کی تصویر کو دیکھا۔

"یہ کسے دیکھ کر خوف زدہ ہوئی تھی؟" خالد نے پوچھا۔

"قاتل کو دیکھ کر۔" لیلیٰ نے واش روم کی طرف جاتے ہوئے جواب دیا۔ خالد چونک اٹھا۔ یہ بات اس کے ذہن میں نہیں آئی تھی۔ اب اس بات نے اس کے ذہن میں

کئی دریچے کھول دیے تھے۔ لیلیٰ کے واش روم سے آنے سے پہلے اس نے چند فون کالز کیں اور جب وہ واپس آئی تو خالد نے اس سے کہا۔

"جلدی سے تیار ہو جاؤ، ناشتا کر کے ہمیں مقامی میونسپل لائبریری جانا ہے۔"

انہوں نے مخصوص ریستوران میں ناشتا کیا اور پھر مقامی میونسپل لائبریری روانہ ہوگئے۔ یہ خاصی بڑی اور شان دار لائبریری تھی اور اس کی تعمیر اور کتابوں کی فراہمی میں مائر خاندان کا بڑا ہاتھ تھا۔ جیکب مائر اور روتھی مائر کا نام سن کر لائبریرین مسٹر گولڈ نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ روتھی مائر کا نام سن کر اس نے ٹھنڈی سانس لی۔ "روتھی بڑی پیاری بچی تھی۔ اسکول کے دنوں میں وہ کئی بار لائبریری آئی تھی۔ میں ان دنوں نیا نیا لائبریری میں آیا تھا اور اسسٹنٹ بنا تھا۔"

"پولیس چیف زید الکافی نے بتایا ہے کہ تمام تقریبات جو سرکاری طور پر ہوں یا ان میں کوئی سرکاری شخصیت ہو، اس تقریب کے فوٹو گرافس یہاں لائبریری میں محفوظ ہوتے ہیں۔"

"یہ درست ہے۔" مسٹر گولڈ نے سر ہلایا۔ "یہاں ایک سیکشن صرف فوٹو گراف نیگیٹوز کا بھی ہے۔"

"ہمیں اس تقریب کے فوٹو گرافس چاہئیں جس میں مقامی گورنر اسکول اسناد کی تقسیم کے لیے آیا تھا۔ اس تقریب میں روتھی مائر کو سند دی گئی تھی اور وہ گروپ فوٹوز میں شامل ہے۔"

"مجھے یاد آ گیا۔ پولیس نے بھی اس تقریب کے فوٹو گرافس کے نیگیٹو لیے تھے، بعد میں یہ نیگیٹو لائبریری کو واپس مل گئے تھے۔"

خالد نے جلدی سے کہا۔ "مجھے اس تقریب کے مکمل فوٹو گرافس کے نیگیٹو درکار ہیں۔ میرا مطلب ہے، میں یہیں انہیں دیکھوں گا۔"

"یہاں نیگیٹوز دکھانے والا پروجیکٹر ہے لیکن وہاں بیٹھنے کی جگہ نہیں ہے۔ تمہیں کھڑے ہو کر کام کرنا پڑے گا۔"

"کیا ہم ان کا ای پرنٹ لے سکتے ہیں؟" لیلیٰ نے مداخلت کی۔ "میرے پاس نیگیٹو سے پرنٹ اٹھانے والا اسکینر ہے۔"

مسٹر گولڈ سوچ میں پڑ گیا۔ پھر اس نے سر ہلایا۔ "اگرچہ میں اس کا مجاز نہیں ہوں لیکن مسٹر جیکب مائر کی وجہ سے میں تمہیں اس کی اجازت دے دوں گا۔"

"تم فکر مت کرو، ان نیگیٹوز کو ہم صرف تحقیق کے لیے استعمال کریں گے۔ یہ کہیں پیش نہیں ہوں گے۔" خالد نے اسے تسلی دی۔

مسٹر گولڈ انہیں لائبریری کے فوٹو گرافس والے حصے میں لے آیا۔ یہاں دیوار گیر شیلفس میں بڑے بڑے فولڈرز رکھے تھے۔ ان پر سال اور مہینے لکھے ہوئے تھے۔ مسٹر گولڈ اس شیلف تک آیا جس میں تیس سال پہلے والے فوٹو گرافس کے نیگیٹوز تھے۔ اس نے ایک منٹ میں وہ فولڈر نکال دیا جس میں تقریب کے نیگیٹوز تھے۔ وہ انہیں نیگیٹوز دیکھنے والی مخصوص میز پر لایا اور انہیں وہاں چھوڑ کر چلا گیا۔ فولڈر میں شفاف پلاسٹک کے صفحے تھے جن میں نیگیٹوز محفوظ تھے۔ ہر صفحے پر کوئی سو تصاویر کے نیگیٹوز تھے اور تقریب کے کوئی دس صفحے بنتے تھے۔ یعنی ہزار کے قریب تصاویر لی گئی تھیں۔ لیلیٰ نے اپنے بیگ سے نیگیٹو اسکینر اور لیپ ٹاپ نکالا اور وہ پورے پورے رول اسکین کر کے کمپیوٹر میں منتقل کرنے لگی۔

سگ گزیدہ

اسکاٹ لینڈ اور جنوبی انگلستان کے رہنے والوں میں چشمک رہتی ہے۔ اسکاٹ لینڈ والوں کی کنجوسی کو خاص طور پر نشانہ بنایا جاتا ہے مگر کہیں کہیں اسکاٹ لینڈ والے بھی ذہانت کی جھلک دکھا دیتے ہیں۔

اسکاٹ سے پوچھا گیا۔ "تم تیرنا جانتے ہو؟"

جواب ملا۔ "نہیں!"

"تم سے بہتر تو کتا ہے جو اچھی طرح تیرتا رہتا ہے۔"

اس چوٹ پر اسکاٹ بوکھلا گیا۔ سنبھالا لے کر اس نے لمحہ بھر بعد اپنے حریف سے پوچھا۔ "کیا تم تیرنا جانتے ہو؟"

لندن کے باسی نے فخر سے کہا۔ "بالکل... ہمارے خاندان میں بچے کو پیدا ہوتے ہی تیراکی سکھائی جاتی ہے۔"

"پھر تم میں اور کتے میں کیا فرق ہوا؟" اسکاٹ نے طنز سے پوچھا۔

(پھالیہ۔ ذیشان احمد طارق کی تیزیاں)

لیلیٰ منتقلی کے ساتھ نیگیٹوز کی کوالٹی بھی چیک کررہی تھی۔ چیک کرنے کی وجہ سے انہیں کئی گھنٹے لگ گئے۔ لنچ کا وقت ہوا تو خالد اسے کام کرتا چھوڑ کر باہر کھانے کو کچھ لینے چلا گیا۔ وہ ... کھانا لے کر واپس آیا انہوں نے باری باری کھایا اور اسکین کا کام جاری رکھا۔ شام سے ذرا پہلے یہ کام مکمل ہوگیا۔ وہ میسز گولڈ کا شکریہ ادا کر کے لائبریری سے نکل آئے۔ اس نے کہا۔ ''شکریے کی ضرورت نہیں ہے، تمہیں جس وقت بھی کام ہو تم لائبریری آسکتے ہو۔ یہ چوبیس گھنٹے کھلی رہتی ہے۔''

موسم بدل گیا تھا۔ تیز اور سرد ہوا چل رہی تھی اور آسمان سے روئی کے ٹکڑوں جیسی برف گرنے لگی تھی۔ لیلیٰ نے اوپر دیکھا۔ ''یہ شاید موسم کی آخری برف باری ہے۔''

''میں اتنے سرد موسم کا عادی نہیں ہوں۔ بچپن سے اب تک جن علاقوں میں رہا ہوں، وہاں تو سرما بھی مشکل سے آتا ہے۔ برف باری کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔''

''لیکن تمہارے ملک کے شمال میں موسم شدید ہوتا ہے اور یہاں لبنان سے زیادہ شدید ہوتا ہے۔''

''یہ درست ہے لیکن اس کی وجہ ہمالیہ کا سلسلہ ہے۔ شمال میں بلندی بہت زیادہ ہے اس لیے سردیاں شدید ہوتی ہیں۔ بعض علاقے تو ایسے ہیں جہاں چھ مہینے تک لوگ گھروں سے نکل نہیں سکتے کیونکہ برف ہوتی ہے۔''

لیلیٰ تصویروں کے لیے اتنی متجسس تھی کہ وہ راستے میں ہی لیپ ٹاپ کھول کر بیٹھ گئی۔ پولیس ریکارڈ کی تین تصویروں کے علاوہ بھی گروپ اور اس کے منتشر ہونے کی کوئی ایک درجن تصویریں تھیں۔ آنے والی تصویروں میں سے دو میں روتھی پلٹ کر جاتی نظر آئی تھی۔ لیکن اس میں اور اس کے ساتھ دوسری تصویروں میں سڑک کے پار کی کوئی تصویر نہیں تھی۔ کیبن واپس پہنچتے پہنچتے لیلیٰ تمام تصاویر دیکھ چکی تھی اور ان میں کوئی خاص چیز نہیں تھی۔ یہی وجہ تھی کہ پولیس نے صرف تین تصویریں چن کر اپنے ریکارڈ کا حصہ بنائی تھیں۔ اس نے مایوسی سے کہا۔ ''اس میں تو کچھ نہیں ہے۔''

''اتنی جلدی فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ابھی انہیں دوبارہ دیکھیں گے۔ مجھے امید ہے کہ اس میں کچھ نہ کچھ نکل آئے گا۔''

برف باری ہلکی تھی لیکن اس کے ساتھ ہوا اتنی تیز تھی کہ طوفان کا گماں لگتا تھا۔ اسی مناسبت سے سردی کی شدت میں اضافہ ہوگیا تھا۔ وہ ٹھٹھرتے ہوئے کیبن میں پہنچے اور بھٹی کے سامنے بیٹھ کر جان میں جان آئی۔ لیلیٰ نے کپکپاتی آواز میں کہا۔ ''میں آج کسی صورت باہر نہیں جاؤں گی... کھانے کے لیے بھی نہیں۔''

''کوئی بات نہیں، آج گزارہ کریں گے۔'' خالد نے اپنا لیپ ٹاپ آن کرتے ہوئے کہا اور بلوٹوتھ سے لیلیٰ کے لیپ ٹاپ میں موجود تصاویر اپنے پاس ڈاؤن لوڈ کرنے لگا۔ پھر اس نے اٹھ کر کیتلی میں انڈے ابلنے کے لیے رکھ دیے۔ ڈبل روٹی موجود تھی، وہ سینڈوچز بنا سکتا تھا۔ لیلیٰ کچھ سوچ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''فرض کرو کہ ان پانچ عورتوں کے قتل کا ذمے دار ہنری ہے، تب بھی وہ روتھی کی گم شدگی کا ذمے دار نہیں ہوسکتا۔''

''ہاں کیونکہ وہ روتھی کے غائب ہونے سے دو سال پہلے مرچکا تھا۔'' خالد نے ڈبل روٹی کاٹتے ہوئے کہا۔

لیلیٰ نے سگریٹ سلگا لیا۔ وہ جب سوچتی یا ٹینشن میں ہوتی تو سگریٹ سلگا لیتی تھی۔ اس نے کچھ دیر بعد کہا۔ ''اس کا مطلب ہے معاملہ ہنری سے ہٹ کر ہے۔''

''ہمیں کسی نتیجے تک پہنچنے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے۔''

''لیکن کوشش تو کرنی چاہیے۔''

''دیکھو، تم شاید صرف ہیکر ہو، صحافت اور تفتیشی صحافت بہت صبر آزما چیز ہے۔ اس میں نتیجہ حاصل کرنے کے لیے بعض اوقات برسوں انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اگر یہ معمّا اتنا آسان ہوتا تو تیس سال سے لاینحل نہ ہوتا۔ اس لیے ہمیں جلد بازی سے گریز کرنا چاہیے۔''

خالد سینڈوچز کی پلیٹ اٹھا لایا۔ کھانے کے بعد جب وہ پلیٹ اٹھا رہا تھا تو لیلیٰ نے کہا۔ ''لاؤ، میں دھو دیتی ہوں۔ کافی ابھی پیو گے؟''

خالد نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ''تمہیں بنانی آتی ہے؟''

''مجھے سب آتا ہے۔ میں اٹھارہ سال کی عمر تک جہاں رہی، وہاں مجھے نہ چاہتے ہوئے بھی سب سیکھنا پڑا تھا۔''

''تم کہاں رہی تھیں؟''

لیلیٰ نے جواب نہیں دیا اور جاکر کافی کا پانی رکھ دیا پھر برتن دھونے لگی۔ خالد تصویریں دیکھنے لگا۔ اس دوران میں لیلیٰ نے اس کے لیے کافی لاکر رکھ دی اور خود بیڈروم میں چلی گئی۔ ایک گھنٹے تک تمام تصویریں دیکھنے کے بعد خالد نے فیصلہ کیا کہ ان میں کام کی تصویریں صرف وہی تھیں جو گروپ کی تھیں اور ان کی تعداد ایک درجن سے زیادہ نہیں تھی۔ خالد نے ان تصویروں کو الگ کرلیا اور بار بار گھما کر انہیں دیکھنے لگا۔ اس نے ممکن حد تک روتھی کا چہرہ واضح کیا۔ یہ اچھے معیار

کی تصویریں تھیں لیکن ان کے پکسل ایک حد سے آگے جاکر پھٹنے لگتے تھے۔ روتھی کا چہرہ بہت واضح نہیں تھا، اس کے باوجود اس کے تاثرات میں آنے والا خوف واضح محسوس کیا جا سکتا تھا۔ وہ کس سے خوف زدہ تھی؟ اس نے سڑک کے دوسری طرف کسے دیکھا تھا؟ یہ خوف ہی تھا جو وہ فوراً وہاں سے چلی گئی اور پھر اس کے بعد ہمیشہ کے لیے غائب ہوگئی۔

خالد نے تصویروں کا سلائیڈ شو لگایا ہوا تھا اور یہ بار بار اسکرین پر آرہی تھیں۔ اچانک اس کی توجہ ایک تصویر پر گئی۔ اس میں تصویروں والا گروپ منتشر ہوگیا تھا۔ لڑکے لڑکیاں پھیل گئے تھے اور ان میں سے بعض اب دوسروں کے ساتھ کھڑے تھے۔ یہ دوسرے اسکول فیلوز کے علاوہ تھے اور زیادہ تر رشتے دار تھے۔ اس تصویر میں روتھی کے سر کا ایک چھوٹا سا حصہ آیا تھا اور اس سے ذرا دور ایک سرد ایک عورت اور ایک نوجوان لڑکا کھڑے تھے۔ لڑکے نے اسکول یونیفارم پہن رکھا تھا۔ یہ تینوں ایک گاڑی کے پاس کھڑے تھے۔ خاص بات یہ تھی کہ مرد کے ہاتھ میں ایک کیمرا تھا اور وہ آنکھ سے لگائے سڑک کے دوسری طرف کی تصویر لے رہا تھا۔ کم سے کم اس کے انداز سے ایسا ہی لگ رہا تھا۔ ان تینوں کے درمیان گاڑی کی نمبر پلیٹ تھی لیکن وہ تصویر میں بالکل بھی واضح نہیں تھی۔ اگلی تصویر میں وہ تینوں اسی گاڑی میں بیٹھتے دکھائی دیے تھے۔

خالد نے اسے واضح کرنے کی کوشش کی لیکن وہ اس حد تک صاف نہیں ہوسکی کہ اس پر لکھے ہندسے اور حروف سمجھ میں آجاتے۔ خالد کے پاس تصویروں کے لیے جو سافٹ ویئر تھا، وہ اتنا کارآمد نہیں تھا اور وہ گرافک سافٹ ویئرز کا ماہر بھی نہیں تھا۔ اچانک اسے اپنے اخبار میں کام کرنے والے احمد شکیل کا خیال آیا۔ وہ گرافک ڈیزائننگ کے شعبے میں تھا اور اپنے کام میں ماہر تھا۔ خالد کی اس سے بے تکلفی تھی کیونکہ دونوں پاکستانی تھے۔ اس نے تصویر شکیل کو ای میل کر دی اور اس سے کہا کہ وہ گاڑی کی نمبر پلیٹ واضح کردے یا بتا دے۔ ای میل کر کے اس نے گھڑی دیکھی تو حیران رہ گیا۔ رات کے بارہ بج چکے تھے۔ وہ اٹھنے لگا تھا کہ بیڈروم کی طرف سے لیلیٰ کے کراہنے اور رونے کی آواز آئی۔ وہ نیند میں تھی۔ خالد دبے قدموں بیڈروم تک آیا اور آہستہ سے دروازہ کھولا۔ لیلیٰ کسی ننھی سی بچی کی طرح سمٹ کر لیٹی ہوئی تھی اور نیند میں بول رہی تھی۔ انداز رونے جیسا تھا، خالد صرف ایک جملہ سمجھ سکا۔

''میری ماما کو مت مارو... مت مارو...''

روتے روتے وہ چپ ہوگئی اور پھر شاید گہری نیند میں چلی گئی۔ خالد ایک گہری سانس لے کر پلٹ آیا۔ انسان اپنے اندر کیسی کیسی دنیائیں آباد رکھتا ہے اور اس کے بہت پاس رہنے والوں کو بھی ان دنیاؤں کا علم نہیں ہوتا۔ خالد کمبل لے کر صوفے پر لیٹ گیا اور کچھ دیر میں سو گیا۔ صبح وہ چھ بجے اٹھا، اس نے کپڑے بدلے اور باہر آگیا۔ طوفان رات کسی وقت ختم ہوگیا تھا اور ہر طرف تازہ برف پڑی تھی۔ خالد عقبی جنگل کی طرف بڑھا۔ یہاں زمین کچی تھی لیکن خالد کو ایسی زمین پر جاگنگ کا مزہ آتا تھا۔ ناہموار راستوں پر دوڑتے ہوئے اس کا جسم ذرا دیر میں کہیں زیادہ ورزش کرلیتا تھا۔ اس جنگل میں زیادہ تر سدابہار درخت تھے جو ہر موسم میں سبز رہتے تھے۔ اس لیے یہاں آکر سرما کا احساس کم ہوجاتا تھا۔ خالد دوڑتا ہوا ایک چھوٹی پہاڑی کے دامن تک آگیا اور یہاں ایک درخت سے ٹک کر ستانے لگا۔

ابھی وہ آگے بڑھنے کا ارادہ کررہا تھا کہ اسے لگا جیسے اس کی کنپٹی پر لوہے کی گرم سلاخ رگڑ دی گئی ہو۔ وہ پلٹ کر درخت کے ساتھ موجود گڑھے میں جاگرا جس میں برف کا پگھلا ہوا پانی موجود تھا۔ فوراً ہی کسی رائفل کے فائر کی آواز گونجی۔ فائر سامنے پہاڑی سے ہوا تھا۔ گرنے اور تکلیف کے باوجود خالد کو اتنا ہوش تھا کہ وہ گرتا پڑتا درخت کی آڑ میں چلا گیا ورنہ دوسرا فائر اسے چاٹ جاتا۔ اس کی کنپٹی سے خون بہہ کر چہرے پر آرہا تھا۔ اس نے ذرا جھانک کر دیکھنے کی کوشش کی کہ فائر کرنے والا کہاں ہے اور مرتے مرتے بچا۔ اس بار گولی اس کے چہرے کے سامنے سے گزر کرتنے سے لگی۔ وہ آڑ میں ہوگیا اور زمین پر بیٹھ کر پیچھے کی طرف کھسکنے لگا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی ایسی صورت حال نہیں تھی۔ ذرا پیچھے ہونے کے بعد وہ یک دم اٹھا اور تیزی سے بھاگا۔ اس بار بھی فائر ہوا اور گولی اس سے ذرا دور زمین پر لگی لیکن وہ رکا نہیں اور گرتا پڑتا جنگل سے نکل کر کیبن کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ دھڑ سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو چولہے کے سامنے کھڑی لیلیٰ چونک گئی۔ اس کا خون سے تربتر چہرہ دیکھ کر وہ چیخ اٹھی۔

''یہ کیا ہوا؟''

''کسی نے جنگل میں مجھ پر فائرنگ کی ہے۔'' خالد نے واش روم کی طرف جاتے ہوئے کہا اور ٹھنڈے پانی کا نل کھول کر سر اس کے نیچے کردیا۔ سرد ترین پانی نے جلد خون بند کردیا لیکن خالد کی حالت خراب تھی۔ لیلیٰ نے جلدی سے اسے ٹب میں بٹھا کر گرم پانی کھول دیا۔ وہ خود سرد پانی میں

www.Paksociety.com

شرابور تھا اور تھر تھر کانپ رہا تھا۔ گرم پانی میں بیٹھا تو اسے کسی قدر سکون ملا۔ لیلیٰ اس کا زخم دیکھنے لگی۔ یہ لمبا اور کھال کو رگڑتا ہوا گیا تھا۔ خون معمولی سا رس رہا تھا۔ لیلیٰ نے روئی پر تنچر لگایا اور اسے صاف کرنے لگی۔ خالد کی سسکاریاں نکل گئیں۔ چھوٹے تولیے سے سر خشک کرکے لیلیٰ نے زخم پر خشک کرنے والا پاؤڈر چھڑکا اور چکنی پٹی رکھ کر اوپر سے ٹیپ کر دیا۔ اس نے خالد سے کہا۔

''تمہیں ٹانکے لگوانے پڑیں گے۔''

وہ اس کی بات نظر انداز کرکے بولا۔ ''میرا موبائل کہاں ہے؟ میں پولیس کو رپورٹ کروں گا۔ ممکن ہے حملہ آور ابھی جنگل میں ہو۔''

''بیکار ہے۔'' لیلیٰ نے مخالفت کی۔ ''وہ اب تک جا چکا ہوگا۔''

لیکن خالد نے زید الکافی کو کال کر دی اور جب تک خالد نے کپڑے بدل کر کافی لی، زید الکافی اپنے آدمیوں سمیت وہاں آ گیا تھا۔ خالد نے اسے جنگل میں لے جا کر وہ جگہ دکھائی جہاں اس پر فائر ہوا تھا۔ پولیس کو صرف ایک جگہ درخت کے تنے میں گھسی گولی ملی۔ زید نے اسے چاقو کی مدد سے نکالا اور بولا۔ ''بارہ بور کی ہے۔ یہاں شکاری عام طور سے اسی بور کی رائفل استعمال کرتے ہیں۔''

''تمہارا مطلب ہے، مجھ پر کسی نے حملہ نہیں کیا ہے۔ یہ کسی شکاری کی چلائی ہوئی گولیاں تھیں جو بھٹک کر میری طرف آ گئیں؟''

زید الکافی نے سر ہلایا۔ ''میرا یہی خیال ہے ورنہ تم خود سوچو تم پر یہاں کون حملہ کر سکتا ہے۔ خانہ جنگی کے بعد یہاں جرائم کی شرح نہ ہونے کے برابر ہے۔''

''لیکن مجھ پر حملہ ہوا ہے۔'' خالد نے اصرار کیا۔ ''تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ میں روتھی مائر کیس پر کام کر رہا ہوں اور ممکن ہے کوئی مجھے کام سے روکنا چاہتا ہو۔''

زید الکافی کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر بولا۔ ''میرا خیال ہے کہ تم اپنے تخیل سے کچھ زیادہ ہی کام لے رہے ہو، یہ صرف ایک حادثہ ہے۔ تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم واپس چلے جاؤ۔ روتھی مائر کیس میں کرنے کو کچھ باقی نہیں رہا۔''

''مشورے کا شکریہ۔'' خالد نے سرد لہجے میں کہا۔ صاف لگ رہا تھا کہ پولیس چیف اسے حادثے سے زیادہ کچھ سمجھنے کو تیار نہیں ہے۔ زید اپنے آدمیوں سمیت واپس چلا گیا۔ اس نے خالد کے اصرار پر اتفاقی واقعے کی رپورٹ لکھ لی۔ کچھ دیر بعد جیکب مائر کی کال آ گئی۔ خالد کیبن میں واپس آ گیا تھا۔ وہ بھی ماننے کو تیار نہیں تھا کہ کسی نے جان کر خالد پر حملہ کیا ہے۔ اس نے کہا۔

''بہتر ہوگا اب تم جنگل میں جانے سے گریز کرو۔ وہاں اکثر اناڑی قسم کے شکاری اندھا دھند فائرنگ کرتے رہتے ہیں۔''

''میں احتیاط کروں گا۔'' خالد نے سوچ کر کہا۔ ''مائر خاندان میں کسی کو شکار کا شوق ہے؟''

''ادلیور کو ہے لیکن میرا خیال ہے چند سال سے اس نے رائفل کو ہاتھ بھی نہیں لگایا ہوگا۔''

''وہ کس بور کی رائفل استعمال کرتا ہے؟''

''اس کے پاس بارہ بور کی دو رائفلیں ہیں اور یہ خاصے عرصے سے اس کے پاس ہیں... لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو؟''

''ایسے ہی...''

''میں رونن کو کال کرتا ہوں کہ وہ آ کر تمہیں دیکھ لے۔'' جیکب نے کہا۔

''شکریہ۔'' خالد نے فون بند کر دیا۔ لیلیٰ صوفے پر دراز سگریٹ کے کش لے رہی تھی۔

''مجھے یقین ہے کہ تم پر حملہ ہوا ہے۔''

''شکر ہے کسی ایک فرد نے تو یقین کیا۔''

''اب ایسا لگ رہا ہے کہ روتھی مائر کی گمشدگی میں کوئی ایک فرد ملوث نہیں ہے بلکہ یہ ایک سے زیادہ افراد ہیں اور انہیں ابھی بھی معاملے کے افشا ہونے کا خوف ہے۔ اس لیے جب انہوں نے محسوس کیا کہ تم تفتیش میں ایک حد سے آگے بڑھ گئے ہو تو انہوں نے تمہیں راستے سے ہٹانے کی کوشش کی۔''

''لیکن میں بچ گیا۔'' خالد نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''اگر وہ ایک بار کوشش کر سکتے ہیں تو دوبارہ بھی کوشش کر سکتے ہیں۔ اس صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

''تمہارے پاس دو ہی راستے ہیں۔'' لیلیٰ نے سگریٹ بجھا دیا۔ ''یا تو جیکب سے سوری کرکے یہاں سے چلے جاؤ یا بہت محتاط رہ کر اپنا کام جاری رکھو۔''

''تمہارا کیا مشورہ ہے؟''

اس بار لیلیٰ ہچکچائی۔ ''میں کنفیوز ہوں... اگر بات میری ہوتی تو میں کبھی اس طرح سے میدان چھوڑ کر نہیں جاتی لیکن میں نہیں جانتی کہ تم کس طرح سوچتے ہو۔''

''اتفاق سے میری بھی یہی سوچ ہے۔ مجھے اپنی جان پیاری ہے لیکن جب معاملہ آن کا ہو تو پیچھے ہٹنا اچھا نہیں لگتا۔''

''بس تو تم بہت محتاط رہو۔'' لیلیٰ کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔ ''مجھے ذرا کام ہے، کیا میں تمہاری گاڑی لے جا سکتی ہوں؟''

''لے جاؤ۔'' خالد نے اجازت دے دی۔ لیلیٰ چلی گئی۔ تقریباً دس منٹ بعد دروازے پر دستک ہوئی اور رونن اپنا میڈیکل بیگ اٹھائے اندر آیا۔

''یہ کیسے ہوا؟'' اس نے خالد سے ہاتھ ملاتے ہوئے پوچھا۔

خالد اسے بتانے لگا کہ اس کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا تھا اور کوئی اسے حملہ ماننے کو تیار نہیں ہے۔ اس دوران میں رونن اس کے زخم کا معائنہ کرتا رہا۔ اس نے ایک بار پھر زخم صاف کیا اور اس پر تین عدد ٹانکے لگا دیے۔ یہ پٹی کے ساتھ لگنے والے ٹانکے تھے جو زخم کو ڈھانپ لیتی ہے۔ پھر اس نے خالد کو دو انجکشن دیے۔ ''ایک اینٹی سیپٹک ہے اور دوسرا ٹی ٹی کا ہے۔ زخم معمولی ہے، دو دن میں ٹھیک ہو جائے گا۔''

خالد مسکرایا۔ ''اگر گولی ایک انچ بھی اس طرف ہوتی تو تم اس وقت میرے پوسٹ مارٹم کی تیاری کر رہے ہوتے۔''

رونن نے اپنا بیگ بند کیا۔ ''جو نہیں ہوا اس کا ذکر کرنے کا فائدہ بھی نہیں ہے۔ اچھا، میں دفتر سے اٹھ کر آیا ہوں، مجھے جانا ہے۔''

خالد اسے دروازے تک چھوڑنے آیا۔ پھر اس نے کافی بنائی اور ای میل چیک کی۔ شکیل کی جوابی میل موجود تھی۔ اس نے تصویر واضح کرکے واپس نہیں کی تھی لیکن کسی طریقے سے گاڑی کا نمبر معلوم کر لیا تھا۔ وہ نمبر اسے میل کیا تھا۔ خالد نے زید الکافی کو کال کی۔ ''کیا کسی گاڑی کے نمبر کی مدد سے اس کے مالک کا نام اور پتا مل سکتا ہے؟''

''کیوں نہیں۔'' اس نے کہا۔ ''تم نمبر بتاؤ۔''

خالد نے اسے نمبر بتایا۔ ''لیکن یہ نمبر کم سے کم تیس برس پرانا ہے۔''

''کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ یہاں گاڑیوں کے رجسٹریشن آفس میں ایک صدی پہلے کے نمبر بھی مل سکتے ہیں۔ میں دس منٹ میں بتاتا ہوں۔''

زید کا رویہ اس سے سرد تھا لیکن وہ اس سے مکمل تعاون کر رہا تھا۔ دس منٹ بعد اس نے بیج اسے مالک کا نام اور پتا بتا دیا۔ نام احد مالک تھا اور وہ مائر اسٹیٹ سے کوئی بیس میل کی دوری پر ایک چھوٹے سے قصبے کا رہنے والا تھا۔ اس کا موجودہ اسٹیٹس نامعلوم تھا۔ اب خالد کو لیلیٰ کا انتظار تھا کہ وہ واپس آئے تو وہ دونوں اس قصبے میں جا کر گاڑی کے مالک سے ملیں۔ ممکن ہے، اس کے پاس وہ تصاویر محفوظ ہوں۔ لیلیٰ کی واپسی دوپہر تک ہوئی۔ وہ آتے ہوئے لنچ پیک کرا لائی تھی۔ خالد نے اسے پیش رفت سے آگاہ کیا۔ ''اب ہمیں اس قصبے تک جانا ہے اور گاڑی کے مالک سے ملنا ہے۔''

''ممکن ہے اس کی تصویروں سے ہمیں کوئی مدد مل سکے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ مدد نہ مل سکے۔''

''دونوں امکانات ہیں۔'' خالد نے کہا۔ انہوں نے لنچ کیا اور روانہ ہو گئے۔ سڑکوں پر سے برف صاف کر دی گئی تھی لیکن پھر بھی کہیں کہیں برف موجود تھی اور خالد کو محتاط رہ کر ڈرائیونگ کرنا پڑ رہی تھی۔ یہ علاقہ زیادہ پہاڑی تھا۔ وہ ایک گھنٹے بعد مطلوبہ قصبے تک پہنچے۔ وہاں انہیں احد مالک کا مکان تلاش کرنے میں زیادہ دشواری پیش نہیں آئی لیکن مکان تک رسائی سے پہلے انہیں پتا چل گیا تھا کہ احد مالک کا دس سال پہلے انتقال ہو چکا ہے اور اس مکان میں اس کی بیوہ رہتی ہے۔ اس کا بیٹا سعودی عرب میں کسی آئل کمپنی میں کام کرتا تھا۔ احد مالک کی بیوہ سعدیہ نے ان کا گرم جوشی سے استقبال کیا اور انہیں کچن میں لے آئی۔ اس نے گرم قہوے کی پیالیاں ان کے سامنے رکھیں۔ اس گرم جوشی کی وجہ خالد کا جھوٹ تھا۔ اس نے بتایا کہ پندرہ سال پہلے اس کی احد مالک سے یہاں ملاقات ہوئی تھی اور وہ اس سے بہت متاثر ہوا تھا لیکن بدقسمتی سے اس سے احد کا پتا گم گیا اور پندرہ سال تک یہاں آنا بھی نہیں ہوا۔

''مجھے بہت افسوس ہے، میرا خیال تھا کہ احد مجھے ملے گا۔ اس کی عمر تو زیادہ نہیں تھی؟''

''نہیں، وہ صرف پچپن برس کا تھا جب وہ جگر کے کینسر میں اس دنیا سے چلا گیا۔'' مسز احد نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''اس سے پہلے وہ پوری طرح صحت مند تھا۔ اسے معمولی بیماریاں بھی بہت کم ہوتی تھیں۔''

''ایک بار پھر میری طرف سے تعزیت قبول کریں۔''

مسز احد نے رومال سے آنکھیں صاف کیں۔ ''لیکن اس نے کبھی مجھ سے آپ کا ذکر نہیں کیا؟''

''ہماری ایک ہی تو ملاقات ہوئی تھی۔'' خالد نے کہا۔ ''دراصل ایک مشترکہ شوق اس ملاقات کی وجہ بنی تھی۔ مجھے بھی فوٹوگرافی میں دلچسپی ہے۔''

مسز احد نے سر ہلایا۔ ''احد بہت اچھا فوٹوگرافر تھا۔ اس نے اپنی زندگی میں بے شمار تصویریں لیں اور کئی بار اسے فوٹوگرافی کے مقابلے میں انعامات بھی ملے۔''

www.paksociety.com

www.Paksociety.com

”مجھے معلوم ہے۔ اس نے بتایا تھا کہ اس کا کلیکشن بہت اچھا ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ جب یہاں آنے کا موقع ملا تو اس کا کلیکشن ضرور دیکھوں گا لیکن افسوس...“ خالد نے سرد آہ بھری۔

”ہاں، اب احد نہیں ہے۔“ مسز احد نے کہا۔ ”لیکن اس کی لی ہوئی تصاویر موجود ہیں۔ اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں اس کی البمز دکھا سکتی ہوں۔“

”کیوں نہیں، یہ تو میرے لیے اعزاز کی بات ہو گی۔“ خالد نے اپنی خوشی چھپاتے ہوئے کہا۔ مسز احد کے جانے کے بعد لیلیٰ نے اسے عجیب سی نظروں سے دیکھا۔

”تم اس بے چاری کو بے وقوف بنا رہے ہو۔“

”ہاں لیکن میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا رہا۔“ خالد نے خشک لہجے میں کہا۔ کچھ دیر میں وہ چار عدد جہازی سائز البمز کے ساتھ لوٹ آئی۔ ان کا وزن اتنا تھا کہ وہ بہ مشکل انہیں سنبھالے ہوئے تھی۔ خالد نے اس کی مدد کی اور البمز لے کر میز پر رکھ دیے۔ پھر اسے مطلوبہ تصاویر تک پہنچنے میں ایک گھنٹا لگا اور اس دوران میں مسز احد سے ان تصویروں کی ساری تاریخ بھی سننا پڑی۔ بالآخر وہ مسز احد اور احد کے اکلوتے بیٹے کی ہائی اسکول کی سند کی تقریب تک پہنچے۔ خاتون نے اس کے بارے میں بھی تفصیل سے بتایا۔ اس کی باتیں سنتے ہوئے خالد کی نظریں تصاویر پر دوڑ رہی تھیں۔

پھر وہ ایک تصویر دیکھ کر چونکا۔ یہ یقیناً اس تقریب میں لی گئی تھی کیونکہ پیچھے اسکول کی عمارت نمایاں تھیں اور سند حاصل کرنے والوں کا گروپ فوٹو اس کے سامنے مخالف سمت میں ہوا تھا۔ اسکول کے سامنے تماشائیوں اور طلبہ کے ماں باپ اور دوسرے رشتے داروں کا ہجوم تھا۔ اس ہجوم میں ایک شخص نمایاں تھا۔ لمبے چہرے اور پیچھے کی طرف بنے بالوں کے ساتھ وہ کسی قدر دراز قد تھا۔ اس نے افقی دھاریوں والا سویٹر پہن رکھا تھا اور وہ براہ راست گروپ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی بھی سڑک کے دوسری طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ خالد نے باریک بینی سے اس موقع کی ان چاروں تصاویر کا معائنہ کیا جو احد مالک نے سڑک کے دوسری جانب کی لی تھیں۔ پہلی دو تصویروں میں گروپ اپنی جگہ موجود تھا یعنی منتشر نہیں ہوا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ سڑک پار سے یہی شخص گروپ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ خالد نے ذہن میں پولیس ریکارڈ کی تصاویر کو واضح کیا اور اسے لگا کہ یہ عین ان لمحات کی تصاویر تھیں جب روتھی مارے خوف زدہ ہو کر گروپ سے نکل رہی تھی۔ منتشر ہونے والے دوسرے طلبہ کی پوزیشن تقریباً وہی تھی جو پولیس ریکارڈ کی تصویر میں تھی۔ فرق صرف تصاویر کے زاویے کا تھا۔ ان تصاویر میں بھی کوئی دوسرا فرد خاص طور سے گروپ کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ مسز احد اس کی دلچسپی بھانپ گئی۔ اس نے خالد سے کہا۔

”لگتا ہے یہ تصاویر تمہیں اچھی لگی ہیں۔“

”ہاں، میں نے اتنے اچھے گروپ فوٹو گرافس کم ہی دیکھے ہیں۔ آپ کے شوہر واقعی اپنے کام کے ماہر تھے۔“

تعریف ایک ایسا ہتھیار ہے جس کا نشانہ کبھی خطا نہیں جاتا۔ اس بار بھی ایسا ہی ہوا۔ مسز احد خوش ہو گئی اور جب خالد نے ان تصاویر کو اسکین کرنے کی اجازت مانگی تو وہ بلا جھجک مان گئی۔ اس نے بہت احتیاط سے تصویریں نکال کر اسے دیں۔ لیلیٰ نے انہیں اسکین کر کے کمپیوٹر میں ڈال دیا۔ اس کے بعد وہ مسز احد کے پاس کچھ دیر بیٹھ کر نکل آئے۔ لیلیٰ نے باہر آتے ہی کہا۔ ”مجھے اس معصوم عورت کو بے وقوف بنا کر اچھا نہیں لگا۔“

خالد کا اچھا موڈ خراب ہو گیا۔ ”تب تم واپس جا کر اسے اصل بات بتا کر معافی مانگ سکتی ہو۔“

لیلیٰ چپ ہو گئی۔ راستے میں اس نے اچانک خالد سے پوچھا۔ ”تم رات بیڈ روم میں آئے تھے؟“

”صرف دروازے تک۔“ خالد نے وضاحت کی۔ ”تم رو رہی تھیں اور شاید سوتے میں اپنی ماں کے بارے میں بات کر رہی تھیں۔“

لیلیٰ باہر دیکھنے لگی پھر اس نے اچانک خالد کی طرف مڑ کر اس کا بازو پکڑا۔ ”سنو، آئندہ جب میں سو رہی ہوں تو... بیڈ روم میں مت آنا۔“

خالد نے ایک جھٹکے سے اپنا بازو چھڑا لیا اور تند لہجے میں بولا۔ ”مجھے کوئی شوق بھی نہیں ہے۔ اگر تمہیں کوئی نفسیاتی مسئلہ ہے تو مجھے اس سے بھی کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“

اس کے بعد راستہ خاموشی سے کٹا۔ خالد کو اپنے سخت رویے پر افسوس تھا لیکن اس نے لیلیٰ سے معذرت نہیں کی۔ ریستوران پر رک کر اس نے کھانا پیک کرایا۔ لیلیٰ گاڑی میں بیٹھی سگریٹ پھونکتی رہی۔ کیبن میں پہنچ کر خالد لیپ ٹاپ کھول کر ان تصویروں کا معائنہ کرنے لگا جو اس نے مسز احد کے شوہر کی البم سے حاصل کی تھیں۔ اس نے پرنٹر سے ممکن حد تک واضح کر کے تصویروں کو پرنٹ کیا۔ پھر انہیں بورڈ پر روتھی کی گروپ تصویروں کے ساتھ لگا دیا۔ آمنے سامنے دیکھ کر اسے ایسا لگا جیسے روتھی اسی شخص کو دیکھ کر وہاں سے نکلی تھی۔ اس شخص کا انداز خود کو نمایاں کرنے والا تھا جیسے وہ روتھی کو

دکھانا چاہ رہا ہو کہ وہ وہاں موجود ہے۔ خالد نے گہری سانس لی۔ انہیں نشان ملا تو وہ بھی ادھورا تھا۔ تصویر میں اس آدمی کا چہرہ واضح نہیں تھا۔ بس اتنا پتا چل رہا تھا کہ وہ تیکھے نقوش کا جوان عمر کا آدمی ہے۔ اس کی عمر پچیس سے تیس کے درمیان میں ہو سکتی تھی۔ اس نے تصویر شکیل کو ای میل کر دی اور اس سے کہا کہ وہ اس شخص کا چہرہ نمایاں کرنے کی کوشش کرے۔ شکیل رات بارہ بجے تک اخبار کے دفتر میں رہتا تھا اور اس کے بعد اپنے گھر میں تقریباً صبح تک کمپیوٹر پر بیٹھا رہتا تھا۔ لیلیٰ بیڈ روم میں تھی، کچھ دیر بعد وہ وہاں سے نکلی۔

”اگر پتا چل جائے کہ یہ کون ہے، تب بھی اس سے روتھی کی گم شدگی کا معما حل نہیں ہوگا۔“

”یہ تمہارا خیال ہے۔“ خالد نے کہا۔ ”کوئی بھی معما مرحلہ وار ہی حل ہوتا ہے۔ اگر ہمیں پتا چل جائے کہ یہ شخص کون ہے تو بہت ساری چیزیں سامنے آسکتی ہیں کہ روتھی اس سے خوف زدہ کیوں تھی۔ ممکن ہے اس سے اس کے انجام پر بھی روشنی پڑے۔“

”میرا تو یہ خیال ہے کہ تم وقت ضائع کر رہے ہو۔“

”اگر تم ایسا سمجھتی ہو تو تم جا سکتی ہو۔ اس طرح کم سے کم تمہارا وقت ضائع ہونے سے بچ جائے گا۔“

لیلیٰ کھڑی ہونٹ کاٹتی رہی پھر ایک جھٹکے سے مڑ کر... بیڈ روم میں چلی گئی۔ خالد کو محسوس ہوا کہ وہ ابھی بیگ اٹھائے گی اور کیبن سے نکل جائے گی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ وہ بیڈ روم میں گھسی رہی اور سگریٹ پیتی رہی کیونکہ اس کا دھواں باہر تک آ رہا تھا۔ خالد کا کھانے کا موڈ نہیں تھا۔ وہ کافی پی کر صوفے پر دراز ہو گیا۔ سارے دن کی بھاگ دوڑ اور بے آرامی کے بعد اس کی چوٹ والی جگہ شدت سے دکھنے لگی تھی۔ اس کے پاس پین کلر گولیاں تھیں۔ اس نے دودھ کے ایک گلاس کے ساتھ دو گولیاں کھائیں۔ بھٹی میں مزید لکڑی ڈالی اور روشنی بجھا کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔ کسی وقت اسے نیند آ گئی۔ اچانک اسے محسوس ہوا کہ کمبل پر بوجھ سا آ گیا ہے۔ وہ کچھ دیر لیٹا رہا پھر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ یہ لیلیٰ تھی جو صوفے پر سکڑ سمٹ کر آ گئی تھی اور تقریباً اس پر لدی ہوئی تھی۔

”یہ... یہ کیا حرکت ہے؟“ خالد نے ہکلا کر پوچھا۔ جواب میں لیلیٰ اس کے کمبل میں آ گئی۔ خالد جلدی سے صوفے سے اتر آیا۔ اس نے روشنی کی تو لیلیٰ سرخ آنکھوں اور خشک ہونٹوں کے ساتھ بیٹھی تھی۔ خالد نے اس کے لیے جگ سے پانی نکالا اور اپنے ہاتھ سے پلایا۔ وہ ہولے ہولے لرز رہی تھی۔ خالد نے نرمی سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ”لیلیٰ! کیا بات ہے؟ اگر تمہیں کوئی پریشانی ہے تو تم مجھ سے کہہ سکتی ہو۔“

اس نے ویران نظروں سے خالد کی طرف دیکھا۔

”میں بہت اکیلی ہوں... میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔“

”ایسا نہیں ہے، خدا نے کسی شخص کو اس دنیا میں اکیلا نہیں چھوڑا ہے۔ ہر آدمی کے لیے کوئی نہ کوئی ہوتا ہے۔“

”میرے لیے کوئی نہیں ہے۔“

”یہ کہنے کے بجائے تم اپنے لیے اس فرد کو تلاش کرو جو تمہارے لیے ہو۔ لیکن یہ تم نے کیا حرکت کی تھی؟“

”شاید میں نے اس فرد کو تلاش کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن تمہارے ردِعمل نے بتا دیا کہ تم وہ شخص نہیں ہو۔“ وہ کہتے ہوئے بہت تلخ انداز میں ہنسی۔

”لیلیٰ! میں جس معاشرے کی پیداوار ہوں، وہاں مرد عورت کا اس قسم کا تعلق قابلِ قبول نہیں ہے۔ میرا ردِعمل میری تربیت کے مطابق ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں تمہیں ناپسند کرتا ہوں۔ تمہیں شاید کوئی ناپسند نہیں کر سکتا۔“

”تب تم میری طرف توجہ کیوں نہیں دیتے؟“ لیلیٰ کے لہجے میں شکوہ تھا۔ ”کیا میں خوب صورت نہیں ہوں؟“

”تم خوب صورت ہو لیکن میں سمجھتا تھا کہ تمہیں خود پر کسی کا توجہ دینا اچھا نہیں لگتا۔“

”حالانکہ میں بھی انسان ہوں۔“

”اس کے لیے تمہیں اس خول سے باہر آنا ہوگا جو تم نے خود پر چڑھا رکھا ہے، تب ہی میں یا کوئی بھی فرد تمہیں نارمل انسان کے طور پر لے سکے گا۔“

لیلیٰ نے بے بسی سے اس کی طرف دیکھا۔ ”مجھے ڈر لگتا ہے۔“

”کس سے؟“

”سب سے... میں ماجد مائیکل سے بھی ڈرتی ہوں۔“

”ماجد مائیکل کون ہے؟“

”میرا گارجین ہے۔“

خالد نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ”تمہارا گارجین...؟ تمہیں گارجین کی کیا ضرورت ہے؟“

”عدالت کے خیال میں مجھے گارجین کی ضرورت ہے۔ میں خود اپنے معاملات کی دیکھ بھال نہیں کر سکتی۔“

”میرے خیال میں تو تم میں ایسی کوئی کمی نہیں ہے۔“

”یہ تو تمہارا خیال ہے۔“ وہ تلخی سے بولی۔ ”میرے نام نہاد سرپرستوں کا خیال اس سے مختلف ہے۔ میرے نام

کے اکاؤنٹس میں بہت بڑی دولت ہے لیکن میں اس میں سے ایک نوٹ بھی اپنی مرضی سے نہیں نکلوا سکتی۔ ایک پینٹ ہاؤس اور دوسری جائداد ہے، وہ بھی میرے اختیار میں نہیں ہے۔"

"تمہارا کوئی رشتے دار ہے؟"

"نہیں، میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔"

"ماجد مائیکل سے تمہیں کیوں ڈر لگتا ہے؟"

"وہ ایک ہوس زدہ شخص ہے۔" لیلیٰ نے کہا اور پھر خالد کو خود پر گزرنے والی سنائی۔ وہ کس طرح خود کو اس سے بچا کر بھاگی تھی۔ "تم بار بار میرے نمبر پر کال کر رہے تھے اور وہ موبائل کی طرف متوجہ ہو جاتا تھا اس لیے مجھے اس پر وار کرنے کا موقع مل گیا۔ ورنہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا۔ تم پر اعتماد کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ تمہارے کال کرنے کی وجہ سے میں بچ گئی۔"

"تم پولیس میں اس کے خلاف رپورٹ کروا سکتی ہو۔"

لیلیٰ نے نفی میں سر ہلایا۔ "میری کوئی نہیں مانے گا۔ وہ ثابت کر دے گا کہ میں نفسیاتی مریض ہوں۔"

"تب تم پہلے کسی اچھے ماہرِ نفسیات کے پاس جاؤ۔ اس سے اپنا مکمل چیک اپ کراؤ اور جب وہ تمہیں صحت یاب قرار دے دے تو اس کا سرٹیفکیٹ لے کر عدالت جاؤ۔"

"جب تک عدالت کے ماہرین مجھے صحت یاب قرار نہیں دیں گے، مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ لیکن عدالت میں جانے کے لیے بہت ساری رقم کی ضرورت ہے اور وہ میرے پاس نہیں ہے۔ اسی لیے تو میں روتھی مارٹس کی طرف متوجہ ہوئی۔"

"تم کوشش تو کرو... بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔ یہاں لبنان میں میرے جاننے والے صحافی ہیں۔ وہ تمہارے لیے مہم چلائیں گے تو تمہیں تمہارا حق مل جائے گا۔"

لیلیٰ سوچ میں پڑ گئی پھر اس نے سر ہلایا۔ "میں اس بارے میں غور کروں گی۔"

"گڈ! اب تم جا کر سو جاؤ۔ اگر نیند نہیں آ رہی ہے تو دودھ گرم کر کے پی لو، نیند آ جائے گی۔"

لیلیٰ کھڑی ہوئی پھر خالد کے سینے سے لگ گئی۔ "تم ان تمام لوگوں میں سب سے اچھے ہو جن سے میں آج تک ملی ہوں۔"

لیلیٰ اس سے جدا ہوئی تو اس نے سکون کا سانس لیا۔ لیلیٰ خوب صورت اور دلکش لڑکی تھی۔ اس کا قرب کسی بھی مرد کو بے قابو کرنے کے لیے کافی تھا۔ خالد کو خود پر اعتماد تھا لیکن وہ کسی آزمائش میں پڑنے سے ڈرتا تھا۔ صبح وہ جاگنگ کے لیے ضرور نکلا لیکن جنگل کی طرف جانے کے بجائے اس نے اسٹیٹ کا رخ کیا۔ چیک پوسٹ پر موجود گارڈز نے اسے آگے جانے دیا۔ وہ جاگنگ کرتا ہوا اسٹیٹ کے رہائشی والے حصے میں پہنچا۔ یہاں اس نے بوڑھے اولیور کے دو منزلہ سرخ کاٹیج کا معائنہ کیا۔ برف کی وجہ سے اس کی چھت کی سرخی چھپ گئی تھی۔ البتہ دیواروں کا رنگ نمایاں تھا۔ خالد کو حیرت ہوئی، عام طور سے لوگ یہ رنگ پسند نہیں کرتے لیکن اولیور نے پورے مکان پر خون جیسا سرخ رنگ کرایا تھا۔ وہ ذرا آگے آیا تو اسے جیکب کے ولا کے سامنے ایمبولینس اور چند دوسری گاڑیاں دکھائی دیں پھر ولا سے ایک اسٹریچر لا کر ایمبولینس میں رکھا گیا اور وہ سائرن بجاتی ہوئی وہاں سے روانہ ہو گئی۔ خالد کا دل دھڑک اٹھا۔ وہ تیزی سے اوپر پہنچا تو نتاشا، رونن اور چند دوسرے لوگ موجود تھے۔ خالد نے نتاشا سے پوچھا۔

"کیا ہوا ہے؟"

"جیکب انکل۔" وہ بھرّائے ہوئے لہجے میں بولی۔ "ہارٹ اٹیک ہے، شدید قسم کا۔ ڈاکٹر انجیو پلاسٹی کا کہہ رہا ہے۔"

"ہے نتاشا۔" ایک شخص نے نتاشا کو آواز دی تو وہ اس کی طرف چلی گئی۔ وہاں خاندان کے لوگ تھے۔ خالد خود کو اس ماحول میں مس فٹ محسوس کر رہا تھا اس لیے پلٹ آیا۔ وہ کہیں رکا نہیں۔ واپس آیا تو لیلیٰ جاگ گئی تھی اور ناشتا تیار کر رہی تھی۔ خالد نے خدا کا شکر ادا کیا کیونکہ بہت لمبی جاگنگ نے اس کا حشر کر دیا تھا اور وہ خاصی دیر صوفے پر پڑا ہانپتا رہا۔ سانس قابو میں آنے کے بعد اس نے اپنی ای میل چیک کی تو اس میں شکیل کی میل موجود تھی۔ اس نے تصویر میں موجود شخص کا چہرہ ممکن حد تک واضح کر کے بھیج دیا تھا۔ اگرچہ یہ ابھی اتنا واضح نہیں تھا کہ خدوخال صاف نظر آتے لیکن پہلے سے بہتر ہو گیا تھا۔ شکیل نے بتایا کہ اس سے زیادہ واضح کرنا ممکن نہیں ہے۔ لیلیٰ نے ناشتا لا کر رکھا۔

"آج کے لیے کیا ارادہ ہے؟"

"آج میرا ارادہ رات کے وقت اولیور کے گھر کی سیر کا ہے۔"

"غیر قانونی طور پر؟"

"ہاں کیونکہ وہ ویسے کسی کو گھسنے نہیں دیتا۔"

"یہ خطرناک ہو گا۔" لیلیٰ فکر مند ہو گئی۔

"ہاں لیکن اتنا نہیں۔ اگر بات بگڑی تو جیکب سنبھال لے گا۔" خالد نے کہا تو اسے خیال آیا اور اس نے لیلیٰ کو بتایا۔ "جیکب کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔ اسے ابھی اسپتال لے جایا گیا ہے۔"

"اوہ... تب تم کیا کرو گے؟"

"اپنا کام کروں گا۔" خالد نے شانے اچکائے۔ "جیکب مر جاتا ہے یا مجھے اس کام سے منع کر دیتا ہے، تب ہی میں رک سکتا ہوں۔ تم کیا کرو گی؟"

"کام۔" لیلیٰ مسکرائی۔ "آج میں لائبریری جاؤں گی۔ میرے ذہن میں ایک خیال آیا ہے لیکن پہلے میں اس پر عمل کر کے دیکھ لوں۔ اگر بات بنی تو میں تمہیں بتاؤں گی۔"

"سسپنس!" خالد ہنسا۔ "لیکن تم جاؤ گی کیسے؟ گاڑی تو ایک ہے... میں جیکب مارٹ کو دیکھنے اسپتال جاؤں گا۔"

"میں کوئی دوسری کار کرائے پر لے لوں گی۔"

"ہاں، یہ ٹھیک رہے گا۔" خالد نے سر ہلایا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر وہ لیلیٰ کے ساتھ نکلا۔ جہاں سے اس نے یہ گاڑی کرائے پر لی تھی، اسی رینٹ اے کار سے لیلیٰ کے لیے ایک چھوٹی کار کرائے پر لی۔ لیلیٰ وہیں سے لائبریری کی طرف روانہ ہو گئی۔ خالد نے رونن سے رابطہ کیا۔ "مسٹر جیکب کس اسپتال میں ہیں؟"

رونن نے اسے اسپتال کا پتا سمجھایا۔ "انکل کی انجیو پلاسٹی ہو چکی ہے اور ان کی حالت خطرے سے باہر ہے۔"

خالد اسپتال پہنچا تو جیکب مارٹ کو کچھ دیر پہلے کمرے میں منتقل کیا گیا تھا۔ وہ آنکھیں بند کیے لیٹا تھا لیکن جاگ رہا تھا۔ خالد کو دیکھ کر وہ مسکرایا۔ "فکر مت کرو... روتھی کے بارے میں جانے بغیر مجھے موت نہیں آئے گی۔"

"مجھے بھی یہی امید ہے کہ آپ ابھی خاصے عرصے زندہ رہیں گے۔"

جیکب مارٹ نے نفی میں سر ہلایا۔ "میں اب جینا نہیں چاہتا، میں بہت تھک گیا ہوں۔"

"لیکن کوئی شخص اس وقت سے پہلے دنیا سے نہیں جا سکتا جو اس کے لیے مقرر ہے۔"

"میں جانتا ہوں... اس لیے صبر سے اس وقت کا انتظار کر رہا ہوں۔"

"آپ آرام کریں، میں بس آپ کو دیکھنے آیا تھا۔"

جیکب نے سر ہلایا۔ "خالد! اگر میں زندہ نہ رہوں، تب بھی تم نے یہ کام جاری رکھنا ہے۔ میں نے وکیل شہاب علی کو ہدایت کر دی ہے۔ تمہیں یہ کام اس وقت تک جاری رکھنا ہے جب تک تم خود کو ناکام محسوس نہ کر لو۔"

"ایسا نہیں ہو گا مسٹر مارٹ... جلد میں کسی نتیجے پر پہنچ جاؤں گا۔ کچھ نئی پیش رفت ہوئی ہے۔ جب آپ گھر آ جائیں گے تو میں اس بارے میں بتاؤں گا۔"

خالد جانے کے لیے مڑا تو اس نے دروازے پر رونن کو موجود پایا۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرایا۔ "کیسے ہو مسٹر خالد... میں یہیں انکل کے ساتھ ہوں۔"

"میں ٹھیک ہوں۔" خالد اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ "ڈاکٹر کیا کہتے ہیں، مسٹر مارٹ کے بارے میں؟"

"فی الحال حالت بہتر ہے لیکن دل کی حالت اچھی نہیں ہے۔ اگر انہوں نے احتیاط نہیں کی تو کسی وقت بھی دوسرے ہارٹ اٹیک کا خطرہ موجود ہے۔"

"کیا یہ بات مسٹر مارٹ کے علم میں ہے؟"

"نہیں، ابھی ڈاکٹر نے منع کیا ہے۔" رونن اس کے ساتھ پارکنگ تک چلا آیا۔ "ساری دنیا سے مارٹ خاندان کے لوگ آج شام تک اسٹیٹ پہنچ رہے ہیں۔"

"اوہ۔"

رونن تلخی سے بولا۔ "انہیں انکل کی پروا نہیں ہے، وہ اسٹیٹ کے لیے فکر مند ہیں۔"

خالد نے غور سے اسے دیکھا۔ "تم نہیں ہو... اگلا سربراہ تمہیں ہی بننا ہے۔"

رونن نے گہری سانس لی۔ "اسی لیے میں چاہتا ہوں کہ انکل جیکب بہت دنوں تک زندہ رہیں۔ کاش! یہ وصیت کا چکر نہ ہوتا۔"

خالد واپس چلا آیا۔ شام تک وہ دستاویزات میں الجھا رہا۔ اس کا خیال تھا کہ نئی پیش رفت کی روشنی میں شاید ان دستاویزات کو دیکھنا مفید رہے گا مگر وہ کوئی خاص نکتہ تلاش نہیں کر سکا۔ لیلیٰ ابھی تک واپس نہیں آئی تھی۔ خالد نے اسے کال کی تو اس نے کہا کہ شاید اسے دیر ہو جائے، وہ کام میں الجھی ہوئی ہے۔ سات بجے خالد کو رونن کی کال آئی۔ "کیا تم نو بجے انکل جیکب کے ولا آ سکتے ہو؟ فیملی کے لوگ تم سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"میں آ سکتا ہوں لیکن معاملہ کیا ہے؟"

رونن ہچکچایا پھر اس نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ مام سمیت کوئی اس تفتیش کو پسند نہیں کر رہا ہے۔ وہ اسی بارے میں تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"یعنی مجھے روکنا چاہتے ہیں؟" خالد نے سوچتے

www.Paksociety.com

ہوئے کہا۔ ''لیکن اس سے فائدہ ... مجھے کام پر مسٹر جیکب نے لگایا ہے، وہی مجھے منع کر سکتے ہیں۔''

''میں یہ بات سمجھتا ہوں لیکن وہ لوگ تو نہیں سمجھتے۔ ممکن ہے تمہیں سخت لہجے سننے کو ملیں۔''

''تم فکر مت کرو، ایک صحافی کی حیثیت سے مجھے لوگوں کے لہجے برداشت کرنے کی عادت ہے اور میں ان کو جواب بھی دے سکتا ہوں۔'' خالد نے کہا اور فون بند کر دیا۔ آج اس نے لنچ نہیں کیا تھا اس لیے بھوک لگ رہی تھی۔ اس نے جیکب کے ولا جانے سے پہلے کھانے کا فیصلہ کیا۔ ریستوران سے ڈنر کر کے وہ ولا کی طرف روانہ ہوا۔ آج ولا کے پورچ میں کوئی درجن بھر گاڑیاں موجود تھیں اور ان میں سے بیشتر گاڑیوں میں ڈرائیور بھی تھے۔ لگ رہا تھا کہ مائر خاندان کے تمام بڑے آ گئے ہیں۔ بٹلر نے خالد کو نشست گاہ تک پہنچایا جہاں یہ تمام بڑے موجود تھے۔ انہوں نے خشمگیں نظروں سے خالد کا استقبال کیا۔ کسی نے ذرا بھی گرم جوشی نہیں دکھائی۔ جو اسے خشمگیں نظروں سے نہیں دیکھ رہے تھے، ان کے چہرے بے تاثر تھے۔ خالد نے نوٹ کیا کہ ان میں بوڑھا اولیور نہیں ہے۔ کسی نے اسے بیٹھنے کو نہیں کہا اس لیے وہ کھڑا رہا۔ پہل ایک طویل قامت بوڑھے نے کی، وہ کرخت لہجے میں بولا۔

''مسٹر خالد! تم یہ کیا کر رہے ہو؟''

''میں وہ کر رہا ہوں جو مجھے مسٹر جیکب مائر نے کہا ہے۔''

''جیکب بیمار ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب تمہیں اس کے لیے کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''یہ تمہارا خیال ہے۔'' خالد نے اس بار بے پروائی سے کہا۔ ''مسٹر جیکب اور میرا خیال مختلف ہے۔''

''سنو جوان آدمی۔'' اس بار روتھی کی ماں شمیل نے کہا۔ صورت کی طرح اس کا لہجہ بھی سخت تھا۔ ''روتھی میری بیٹی تھی اور میرے خیال میں اب اس کی تلاش بے مقصد ہے، وہ زندہ نہیں ہے۔''

''مسٹر جیکب کا بھی یہی خیال ہے لیکن وہ جاننا چاہتے ہیں کہ روتھی مائر کے ساتھ کیا ہوا تھا۔''

''لیکن ہم نہیں جاننا چاہتے۔'' شمیل کا لہجہ تیز ہو گیا۔ ''یہ واقعہ اتنا پرانا ہو گیا ہے کہ اب اس کی راکھ کریدنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔''

خالد نے نفی میں سر ہلایا۔ ''بہت معذرت کے ساتھ مادام... انسان ہزاروں سال پرانی مسٹریز بھی جاننا چاہتا ہے، یہ تو صرف تیس سال پہلے کی بات ہے۔ اور روتھی مائر کے تمام ہی نزدیکی رشتے دار بھی موجود ہیں۔''

''ان میں سے کوئی نہیں چاہتا کہ اس معاملے کو دوبارہ چھیڑا جائے۔''

''میں نہیں جانتا کہ باقی لوگ کیوں نہیں چاہتے کہ روتھی مائر پر گزرنے والے واقعے کا سراغ لگایا جائے۔'' خالد نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''لیکن مسٹر جیکب چاہتے ہیں۔''

وہاں موجود لوگ خالد کو قائل کرنے کی کوشش کرنے لگے کہ وہ جیکب مائر سے معذرت کر لے اور یہ کام چھوڑ کر چلا جائے۔ ڈھکے چھپے انداز میں اسے پیش کش بھی ہوئی کہ اسے نقصان نہیں ہوگا بلکہ اسے اس کے تصور سے بھی زیادہ دیا جائے گا۔ مگر خالد اپنی جگہ جما رہا۔ آخر شمیل نے اپنے پرس سے ایک چیک نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔ ''میرا خیال ہے کہ اس رقم سے تمہاری تسلی ہو جائے گی۔''

خالد نے چیک لے کر دیکھا۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ یہ ایک بین الاقوامی بینک کا چیک تھا اور اس پر ایک ملین ڈالرز کی رقم درج تھی۔ گویا شمیل اسے انعامی رقم دے رہی تھی، اگر وہ کام سے انکار کر دے۔ اس نے سوچا اور چیک واپس مادام شمیل کی طرف بڑھا دیا۔ ''اگر یہ کام کا انعام ہے تو کام میں نے ابھی کیا ہی نہیں ہے... اور اگر اس سے ہٹ کر ہے تو میں معذرت چاہوں گا۔ میں نے آج تک کبھی سے اس طرح رقم وصول نہیں کی۔ رقم کمانے کے معاملے میں میرے کچھ اصول ہیں۔''

شمیل کا چہرہ غصے سے سیاہ پڑ گیا۔ خالد باہر نکل آیا۔ اس کا دوران خون تیز ہو گیا تھا اور باہر آنے کے باوجود اسے سردی نہیں لگ رہی تھی۔ وہ گہرے سانس لے کر اپنے اوپر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا۔ رونن بھی اس کے پیچھے آیا۔ اس نے خالد کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

''مجھے افسوس ہے لیکن مجھے یہی اندیشہ تھا۔''

''تم فکر مت کرو، میں دوران ملازمت اس سے بھی زیادہ بُرے حالات دیکھ چکا ہوں لیکن مجھے تمہاری فیملی کے لوگوں پر حیرت...''

''حیرت فضول ہے کیونکہ ان لوگوں کے نزدیک اصل اہمیت اسٹیٹس اور دولت کی ہے۔ رشتوں کی اہمیت یہ بہت پہلے بھول چکے ہیں۔'' رونن نے تلخی سے کہا۔ ''تم ان کی پروا کیے بغیر اپنا کام جاری رکھو۔''

رونن اپنی گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جانے کے کچھ دیر بعد نتاشا نکلی۔ وہ خالد کو دیکھ کر ٹھٹکی پھر اس کی طرف آئی۔ ''مجھے افسوس ہے۔''

''کوئی بات نہیں۔'' خالد ہنسا۔ ''تمہاری کافی کی آفر برقرار ہے؟''

نتاشا کھل اٹھی۔ ''کیوں نہیں۔''

''اگر گاڑی نہیں ہے تو میرے ساتھ آ جاؤ۔''

''میں آج بھی پیدل ہی آئی تھی۔'' نتاشا نے بتایا، دونوں گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔

☆☆☆

لیلیٰ کو لگ رہا تھا کہ اس کی کمر اکڑ کر تختہ ہو گئی ہے۔ وہ تقریباً چھ گھنٹے سے تصاویر دیکھنے والے اسٹینڈ کے سامنے کھڑی تھی۔ یہاں بیٹھنے کی کوئی جگہ نہیں تھی اور کام کھڑے رہ کر ہی کیا جا سکتا تھا۔ اس چھوٹی سی راہداری میں اتنی گنجائش نہیں تھی کہ اسٹول رکھا جاتا۔ اس نے جب لائبریرین مسٹر گولڈ کو مطلوبہ تصویروں کے بارے میں بتایا تو اس نے نیگیٹو فولڈرز کا ایک ڈھیر اس کے سامنے رکھ دیا۔ اب وہ ان میں سے فوٹوز کھنگال رہی تھی۔ کچھ دیر پہلے خالد نے اس سے واپسی کا پوچھا تھا لیکن وہ اپنا اطمینان کر کے ہی واپس جانا چاہتی تھی۔ دوپہر کو اس نے کھڑے کھڑے ہلکا پھلکا کھایا تھا اور اس وقت اس کا بھوک سے برا حال تھا لیکن باہر کھانے پینے کے تمام اسٹال بند ہو چکے تھے۔ اب اسے واپسی میں کسی ریستوران سے ہی کچھ مل سکتا تھا۔ اس وقت بھی اس کے سامنے کوئی درجن بھر فولڈرز کا ڈھیر تھا۔ اس نے تھکی ہوئی نظروں سے ان کی طرف دیکھا اور ایک فولڈر اٹھا لیا۔

☆☆☆

نتاشا کی آنکھوں کا خمار گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے خالد کے لیے کافی بنائی لیکن اپنے لیے وسکی نکال لائی تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے ایک تہائی بوتل خالی کر دی تھی۔ خالد کو اس کی بلانوشی پر حیرت تھی۔ اس نے خالص وسکی پی تھی اور ابھی تک ہوش و حواس میں تھی۔ بس اس کے لہجے میں ایک اپیل کرتی ترنگ آ گئی تھی اور وہ بات بات پر ہنس رہی تھی۔ وہ خالد کو اپنے بارے میں بتا رہی تھی۔ اس نے کالج اور یونیورسٹی کے دور میں دو بار محبت کی تھی اور دونوں بار یہ تجربہ ناکام رہا تھا۔ پھر اس نے شادی کی اور چند مہینوں بعد وہ پھر سے اکیلی ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے شادی کا تجربہ دہرانے کی ہمت نہیں کی۔

''شادی ایک وبال ہے۔'' اس نے خالد کی آنکھوں میں جھانکا۔ ''انسان اس کے بغیر بھی اپنی خواہشات پوری کر سکتا ہے۔''

''ہاں لیکن اس صورت میں انسان اور جانور میں فرق نہیں رہ جاتا۔'' خالد نے نرمی سے کہا۔

''کم آن۔'' نتاشا ہنسی۔ ''یہ کتابی باتیں ہیں۔''

''کتابیں انسان کے بعد آئی ہیں اس لیے یہ ٹھیک کہتی ہیں۔ انسان جو محسوس کرتا ہے، وہی کتابوں میں بیان کرتا ہے۔ گویا تجربہ پہلے ہوتا ہے اور اس کا تجزیہ بعد میں۔'' خالد نے کہا اور گھڑی کی طرف دیکھا۔ گیارہ بجنے والے تھے۔ ''میرا خیال ہے اب مجھے چلنا چاہیے۔''

''باہر بہت سردی ہے۔'' نتاشا نے آہستہ سے کہا۔ ''تم چاہو تو رات یہاں رک سکتے ہو۔ تمہیں کوئی تکلیف...''

''نہیں شکریہ... مجھے جانا ہے۔'' خالد کھڑا ہو گیا۔

نتاشا کا چہرہ بجھ گیا پھر اس نے کہا۔ ''میں نے سنا ہے کہ تم نے کوئی اسسٹنٹ رکھی ہے۔''

''ہاں، مجھے کچھ کاموں میں مددگار تھی۔''

نتاشا اس کے ساتھ باہر تک آئی۔ ''اتفاق سے میں نے دیکھا تھا، وہ بہت خوب صورت ہے۔''

''میں نے کبھی غور نہیں کیا۔'' خالد کا لہجہ سنجیدہ تھا۔ ''مجھے صرف اس کے کام سے مطلب ہے۔''

خالد نیچے آیا جہاں اس کی کار موجود تھی۔ اس نے اوپر دیکھا تو نتاشا واپس اندر... جا چکی تھی۔ اس نے آس پاس دیکھا اور پھر اولیور کے مکان کی طرف چل پڑا لیکن اس نے سیدھا راستہ اختیار کرنے کے بجائے زیتون کے باغات کے درمیان سے گزرنا مناسب سمجھا جہاں تاریکی تھی اور اس کے دیکھ لیے جانے کا امکان بہت کم تھا۔ وہ مکان کے عقبی حصے میں پہنچا تو وہاں بھی تاریکی تھی۔ مکان میں کہیں روشنی نہیں تھی۔ وہ اندر جانے کا راستہ تلاش کرنے لگا۔ پیچھے کی طرف کوئی دروازہ نہیں تھا لیکن تہ خانے میں جانے والا راستہ کھلا تھا۔ وہ تختہ اٹھا کر خاموشی سے اندر اتر گیا۔ اس کے پاس پنسل ٹارچ موجود تھی۔ تہ خانہ اصل میں سامان رکھنے کا اسٹور تھا اور یہاں چھت تک چیزیں بھری ہوئی تھیں۔

وہ سیڑھیوں سے اوپر آیا۔ خوش قسمتی سے تہ خانے سے باہر آنے والا دروازہ بند نہیں تھا۔ نیچے کوئی نہیں تھا۔ نشست گاہ، ڈائننگ روم، اسٹڈی اور کچن خالی تھا۔ وہ پہلی منزل پر آیا۔ یہاں کئی کمرے تھے۔ اس نے جیسے ہی لاؤنج میں قدم رکھا، اچانک ہی وہاں روشنی ہو گئی اور خالد کے سامنے ایک کرخت صورت بوڑھا خود سے بھی زیادہ خوفناک بارہ بور کی رائفل تانے کھڑا تھا۔ یہ اولیور مائر تھا اور اس کی آنکھوں میں

www.Paksociety.com

دیوانگی تھی۔ وہ بولا تو اس کے لہجے میں بھی وحشت تھی۔ ”تمہاری جرأت کیسے ہوئی اندر آنے کی؟“

خالد کو خطرہ محسوس ہوا کہ یہ بوڑھا کہیں گولی نہ چلا دے۔ اس نے جلدی سے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”میری بات سنو۔ میں کسی غلط نیت سے اندر نہیں آیا ہوں۔ میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“

”بکواس بند کرو۔ تم خاموشی سے اندر آئے ہو۔ تم نے ٹریس پاس کیا ہے اور اگر میں تمہیں گولی مار دوں تو قانون مجھے کچھ نہیں کہے گا۔“

بوڑھے نے رائفل پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے کہا۔ مارے جوش و غصے کے وہ ہانپ اور کانپ رہا تھا۔ خالد کو ڈر لگا کہیں غلطی سے ٹریگر دب جائے اور وہ مارا جائے۔ اولیور کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ اسے شوٹ کرنے کو بے تاب ہے۔ خالد کا سانس رکنے لگا۔

☆☆☆

رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ نائٹ شفٹ کا انچارج آ گیا تھا۔ یہ ایک نوجوان لڑکا تھا اور مسز گولڈ نے آف کر کے جانے سے پہلے اسے لیلیٰ کے بارے میں بتا دیا تھا۔ لیلیٰ کے سامنے بس آخری فولڈر رہ گیا تھا۔ ان فولڈرز میں ان تصاویر کے نیگیٹوز تھے جن میں مائر خاندان کا کوئی نہ کوئی فرد کسی سرکاری شخصیت کے ساتھ تصویر میں شامل تھا۔ لیلیٰ ایک موہوم سی امید کے سہارے ہزاروں کی تعداد میں نیگیٹوز دیکھ چکی تھی۔ اگر اس آخری فولڈر میں بھی اس شخص کی تصویر نہ نکلتی جو سڑک کے پاس سے روتھی کو دیکھ رہا تھا تو اس کی تصویری ناکام ہو جاتی۔ لیلیٰ کو خیال آیا تھا کہ جس شخص کو دیکھ کر روتھی خوف زدہ ہوئی تھی، اس کا تعلق یقیناً مائر خاندان سے تھا۔ اس صورت میں مائر خاندان کی تصاویر میں اس شخص سے شباہت رکھنے والے شخص کو تلاش کیا جا سکتا تھا۔ اس نے فولڈر سے نیگیٹوز نکال کر انہیں باری باری نیگیٹوز دکھانے والے پروجیکٹر پر لگانا شروع کیا۔ پانچواں رول ایک اسکول کے افتتاح کا تھا۔ بیروت سے ایک وزیر اور سرکاری حکام مائر خاندان کی مالی مدد سے تعمیر ہونے والے اس اسکول کا افتتاح کرنے آئے تھے۔

لیلیٰ ایک ایک کر کے تصویروں کو آگے کرنے لگی۔ چھٹی تصویر سامنے آتے ہی وہ اچھل پڑی۔ کیونکہ مائر خاندان کے افراد اور سرکاری حکام کے درمیان وہی شخص کھڑا تھا۔ وہی انداز، ویسے ہی پیچھے کی طرف بنے بال اور حد یہ کہ اس نے ویسا ہی دھاری دار سویٹر پہن رکھا تھا۔ لیلیٰ نے جلدی سے البم کی فہرست میں اس تصویر کا نمبر دیکھا۔ اس میں تصویر کے درمیان میں موجود اس شخص کا نام دیکھ کر وہ اچھل پڑی۔ اسے یقین نہیں آیا کیونکہ وہ شخص بہت بدل گیا تھا۔ لیلیٰ نے جلدی سے اپنا موبائل نکالا اور خالد کو کال کرنے لگی۔ بیل جانے لگی لیکن وہ کال ریسیو نہیں کر رہا تھا۔ لیلیٰ نے پروجیکٹر سے رول نکالا اور اسے اپنی جیکٹ میں رکھ کر لائبریری کے نائٹ انچارج کو اطلاع دے کر وہاں سے نکل آئی۔

☆☆☆

خالد ساکت کھڑا تھا۔ اولیور کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ اس پر گولی چلانے سے گریز نہیں کرے گا لیکن اس سے پہلے وہ کچھ کرتا، پاس سے رونن کی آواز آئی۔ ”انکل اولیور... رائفل نیچے کر لو۔“

خالد نے رونن کی طرف دیکھا۔ وہ اولیور کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بوڑھے نے بدستور غراتے ہوئے کہا۔ ”میں اسے چھوڑوں گا نہیں... قانون مجھے کچھ نہیں کہے گا۔“

”انکل اولیور! میں کہتا ہوں رائفل ہٹا لو۔“ رونن اس کے پاس پہنچ گیا تھا اور اس نے اچانک ہی بوڑھے سے رائفل چھین لی۔ خالد کا رکا ہوا سانس بحال ہوا۔ رونن نے رائفل اَن لوڈ کر کے ایک طرف ڈال دی اور خالد کی طرف دیکھا۔ وہ کڑے لہجے میں بولا۔ ”تم نے یوں آ کر اچھا نہیں کیا۔ نیچے جاؤ اور میرا انتظار کرو۔“

”میرا کوئی غلط ارادہ نہیں تھا۔“ خالد نے سیڑھیوں کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ ”یہ بوڑھا خوامخواہ ناراض ہو رہا تھا۔“

اولیور غرا کر اس کی طرف بڑھا لیکن رونن نے اسے روک لیا۔ ”پلیز! تم نیچے جاؤ اور میرا انتظار کرو۔“ خالد نیچے آ گیا۔ چند منٹ بعد رونن بھی آ گیا۔ اس کا چہرہ سخت ہو رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ”آج میں اتفاق سے نہ آ جاتا تو تم مارے جاتے۔ انکل سچ مچ تمہیں شوٹ کر دیتے۔“

”میں معذرت چاہتا ہوں۔“

”کوئی بات نہیں... تم نشست گاہ میں بیٹھو، میں ذرا انکل کو دیکھ آؤں۔ وہ اعصابی مریض ہیں اور کسی قسم کے خلافِ معمول حالات میں ان کی طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔“

خالد نشست گاہ میں آیا تو حیران رہ گیا۔ وہاں دیوار پر کوئی درجن اقسام کا اسلحہ سجا ہوا تھا۔ اولیور اسلحے کا شوقین تھا۔ ان میں نایاب شکاری رائفلیں بھی تھیں اور انسانوں کو نشانہ بنانے والا اسلحہ بھی تھا۔ وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اس پر جنگل

میں جس ہتھیار سے فائر کیے گئے تھے، وہ بارہ بور کا تھا اور اولیور کے پاس بھی بارہ بور کی رائفل تھی۔ کیا اس پر فائرنگ اولیور نے کی تھی؟... لیکن کیوں؟ اس کی خالد سے کیا دشمنی تھی؟... اگر وہ اسے روتھی مائر کیس پر کام کرنے سے روکنا چاہتا تھا تو کیوں روکنا چاہتا تھا؟... وہ سوچوں میں اتنا گم تھا کہ اسے پتا بھی نہیں چلا کہ کوئی اس کے پیچھے آ گیا ہے اور جب آہٹ محسوس کر کے اس نے مڑنا چاہا تو ایک ہاتھ آ کر اس کے منہ پر جم گیا۔ ہاتھ میں ایک کپڑا تھا اور کپڑے سے کلوروفارم کی تیز بو اٹھ رہی تھی۔ اس نے تڑپ کر خود کو چھڑانا چاہا اور بے اختیار سانس لیا۔ فوراً ہی اس کا ذہن تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔

☆☆☆

لیلیٰ گاڑی کو انتہائی رفتار سے دوڑاتی ہوئی کیبن تک آئی۔ باہر سے ہی اسے معلوم ہو گیا کہ خالد وہاں نہیں ہے۔ اس کی گاڑی نہیں تھی اور کیبن بھی تاریک تھا۔ اس کے باوجود اس نے اتر کر تسلی کی۔ کیبن لاک تھا اور اندر کوئی نہیں تھا۔ وہ واپس آئی اور اسٹیٹ کی طرف روانہ ہو گئی۔ وہ لائبریری سے آتے ہوئے تیز رفتاری کی وجہ سے کئی بار حادثے کا شکار ہوتے ہوتے بچی تھی لیکن اس بار بھی اس نے رفتار کم نہیں کی۔ اس کی چھٹی حس اسے مسلسل خبردار کر رہی تھی۔ خالد کو اس وقت تک کیبن میں آ جانا چاہیے تھا۔ وہ کال بھی ریسیو نہیں کر رہا تھا۔ لیلیٰ راستے میں اسے مسلسل کال کرتی رہی تھی۔ وہ اسٹیٹ میں داخل ہونے والے پل کے پاس پہنچی تو چیک پوسٹ کا نگران باہر آ گیا۔ لیلیٰ نے کار ایک طرف کر کے روک لی۔

”یس میڈم!“ گارڈ نے مہذب انداز میں پوچھا۔

”مجھے اسٹیٹ میں جانا ہے۔“

”اپنی شناخت کرائیں۔ اسٹیٹ میں کوئی بھی شخص اجازت کے بغیر نہیں جا سکتا۔“

”میرا نام لیلیٰ رچرڈ ہے اور میں خالد احمد کے ساتھ ہوں۔ وہ اس وقت اسٹیٹ میں موجود ہے؟“

”ہاں، وہ اسٹیٹ میں ہیں۔“ گارڈ نے کہا۔ ”لیکن آپ کو مجھے بتانا........ داخلے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔“

”اجازت کون دے سکتا ہے؟“

”مائر خاندان کا کوئی بھی فرد۔“ گارڈ نے جواب دیا۔ ”مسٹر خالد احمد اجازت نہیں دے سکتے۔“

لیلیٰ مایوس ہو گئی۔ ”میں اسے کال کر رہی ہوں لیکن وہ ریسیو نہیں کر رہا۔ پلیز... میرا اس سے ملنا بہت ضروری ہے۔“

”تب تم اس کا انتظار کرو۔“ گارڈ نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا اور واپس چیک پوسٹ کے کیبن کی طرف چلا گیا۔ لیلیٰ جانتی تھی کہ اسٹیٹ میں داخل ہونے کا اس پل کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اسے کیا کرنا چاہیے کہ اچانک پل کے دوسری طرف سے ایک وین نمودار ہوئی اور دوسرے بیریئر سے گزرتی ہوئی آگے چلی گئی۔ جب لیلیٰ نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے شخص کو دیکھا تو اچھل پڑی۔ ڈرائیور نے توجہ بھی نہیں دی تھی کہ پل کے ساتھ ایک کار بھی کھڑی ہے۔ وہ سامنے دیکھ رہا تھا۔ لیلیٰ نے وین کے آگے جاتے ہی کار اسٹارٹ کی اور اس کے پیچھے روانہ ہو گئی۔

☆☆☆

خالد کو لگ رہا تھا کہ اس کا سر گردن پر بغیر کسی سہارے کے گھوم رہا ہے، جیسے اس کی گردن ٹوٹ گئی ہو اور اسے سہارا نہیں مل رہا ہو۔ اس نے بہ مشکل آنکھیں کھولیں تو سامنے کا منظر لہرا رہا تھا۔ ہر طرف سفیدی تھی اور چیزیں گھوم رہی تھیں۔ کوئی اس کے سامنے تھا لیکن وہ اس پر نظریں مرکوز نہیں کر پا رہا تھا۔ سامنے موجود شخص نے کوئی چیز اس کی ناک سے لگائی تو وہ بہت تیزی سے ہوش میں آ گیا۔ امونیا کی بُو اس کی ناک میں بس گئی تھی اور یہی بُو اسے ہوش میں لائی تھی۔ سامنے رونن موجود تھا اور وہ اس وقت شاید رونن کے اینا ٹومی روم میں ایک کرسی پر بندھا بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ پشت پر مضبوط ٹیپ سے بندھے تھے اور پیر بھی اسی ٹیپ سے باندھے ہوئے تھے۔ خالد نے کسمسا کر پوچھا۔

”رونن! یہ سب کیا ہے؟“

رونن اس کے سامنے ٹہل رہا تھا۔ اس نے رک کر جواب دیا۔ ”تم سمجھے نہیں کیا...؟ میرا تو خیال ہے تم بہت کچھ جان چکے ہو اور اسی وجہ سے تم یہاں نظر آ رہے ہو۔“

”میں کیا جان گیا ہوں؟“

رونن اس کی طرف جھکا اور اچانک اس کے منہ پر گھونسا مارا۔ خالد کا سر گھوم گیا اور فوراً ہی اس کی ناک سے خون بہہ نکلا۔ اس نے سر جھٹکا تو خون کے قطرے اس کی شرٹ پر گرے۔ رونن اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ سرد لہجے میں بولا۔ ”میں ارمانہ، ڈیلا، روبی، شیلا اور میگڈا کی بات کر رہا ہوں۔“

”میں بالکل نہیں سمجھ رہا کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔“

”اس کے برعکس تم خوب سمجھ رہے ہو۔ میں بھی پاپا کی طرح عورتوں سے نفرت کرتا ہوں لیکن مجھے لاشیں چھوڑنے

سے نفرت ہے کیونکہ لاشیں آدمی کو کبھی نہ کبھی پکڑوا دیتی تھیں۔"

"تت... تمہارا مطلب ہے کہ ان لڑکیوں کو ہنری نے ہلاک کیا تھا؟"

رونن نے سر ہلایا۔ وہ پھر اس کے سامنے ٹہلنے لگا۔
"ہاں، انہیں پاپا نے ہلاک کیا تھا؟"

"مگر کیوں؟"

"کیونکہ وہ اسی قابل تھیں۔ عورت اسی انجام کی مستحق ہوتی ہے۔" رونن کے انداز میں نفرت آ گئی۔ "وہ صرف ایک خوب صورت ناگن ہوتی ہے جو بالآخر مرد کو ڈس لیتی ہے۔ اس لیے اس کے پھن اٹھانے سے پہلے اسے ہلاک کر دینا ضروری ہے۔"

"ان لڑکیوں کا کیا قصور تھا ... اور وہ بھی یہودی لڑکیاں..."

"تم یہ بات نہیں سمجھو گے۔" رونن اس کی بات کاٹ کر بولا۔ "تم عیسائیت اور صیہونیت سے واقف نہیں ہو اس لیے تم نہیں سمجھو گے۔ تم سے میری کوئی دشمنی نہیں ہے لیکن تم خطرناک حد تک جان گئے ہو۔ مجھے کوئی خطرہ نہیں تھا لیکن میں پاپا کی رسوائی برداشت نہیں کر سکتا۔ صرف اس وجہ سے میں ان کی موت کی اصل وجہ بھی چھپا گیا ورنہ..." رونن چپ ہو گیا لیکن اس کا چہرہ غصے سے عنابی ہو رہا تھا۔

"ہنری کی موت کی اصل وجہ...؟"

"ہاں، پاپا کی موت حادثاتی نہیں تھی۔ انہیں قتل کیا گیا تھا۔" رونن ہانپنے لگا۔ "مجھے ان کے نظریات سے اختلاف نہیں تھا لیکن ان کے طریقۂ کار سے اختلاف تھا۔"

خالد گہرے سانس لیتے ہوئے بولا۔ "یعنی تم دونوں، عورتوں کو بلا کسی قصور کے مار رہے تھے۔"

"ہاں، ہم نے بہت ساری عورتوں اور لڑکیوں کو مارا ہے۔" رونن کا لہجہ فخریہ ہو گیا۔

"روتھی کو بھی جو تمہاری بہن تھی؟"

"نہیں، روتھی کو میں نے نہیں مارا۔ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"تب وہ کہاں گئی؟"

"میں نے کہا نا میں نہیں جانتا۔"

رونن کہتے ہوئے خالد کے عقب میں چلا گیا۔ اچانک کوئی موٹی سی چیز خالد کے گلے میں آ گئی اور فوراً ہی سخت ہو گئی۔ رونن نے کرسی کو ٹھوکر ماری تو وہ فرش پر گر پڑا۔ خالد نے دیکھا کہ اس کے گلے میں رسا پڑا تھا اور اس کا دوسرا سرا ایک ہائیڈرولک جیک سے بندھا تھا۔ یہ بھی ایناٹومی میں کام آتا تھا۔ رونن چرخی گھمانے لگا۔ رسا لپٹنے لگا اور گلے پر زور آیا تو خالد خود اٹھ گیا۔ وہ لرزتے قدموں سے کھڑا ہوا لیکن جلد رسا اتنا بلند ہو گیا کہ اس کے پاؤں بہ مشکل فرش کو چھو رہے تھے۔ وہ فضا میں جھولنے لگا۔ اس کا دم گھٹ رہا تھا اور آنکھیں حلقوں سے باہر آتی ہوئی لگ رہی تھیں۔ رونن سامنے موجود شیلف کی طرف بڑھا اور پھر اس نے پتا نہیں کیا کیا کہ شیلف دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ اس کے پیچھے دیوار پر بے شمار تصاویر تھیں اور یہ سب عورتوں اور لڑکیوں کی تھیں۔

"تم نے دیکھا۔" رونن فخر سے بولا۔ "ان کا دنیا میں کوئی وجود نہیں ہے لیکن کوئی لاش بھی نہیں ہے۔ ان کی کسی کو تلاش نہیں ہے۔ کم سے کم مقتولہ کی حیثیت سے تلاش نہیں ہے۔ میرا پاپا سے اسی بات پر اختلاف تھا اور میں نے ایناٹومی کی تربیت بھی اسی لیے لی۔ اب ان کا وجود کہیں نہیں ہے۔ ان کا وجود ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں مل چکا ہے۔ کسی کو ایک معمولی سا ٹکڑا بھی نہیں ملے گا۔"

خالد سے بولا نہیں جا رہا تھا۔ اس کی سانس رک گئی تھی اور گردن کی رگیں پھول رہی تھیں۔ رونن نے چرخی کو مزید گھمایا تو وہ فرش سے تقریباً اٹھ گیا۔ رونن اس کے پاس آیا۔ "کل تک تمہارا بھی وجود باقی نہیں رہے گا۔ یہاں برقی بھٹی ہے، وہ صرف چند گھنٹوں میں تمہارے ایک سو ستر پونڈ وزنی جسم کو چند کلوگرام راکھ میں بدل دے گی اور یہ راکھ کسی کھیت یا ندی کا حصہ بن جائے گی۔ کوئی نہیں جان سکے گا کہ تم کہاں چلے گئے۔"

خالد کی سانس بالکل رک گئی تھی اور نظروں کے سامنے رہ رہ کر اندھیرا چھا رہا تھا۔ رونن مڑ کر شیلف بند کرنے لگا، تب خالد نے لیلیٰ کو اندر آتے دیکھا۔ اس نے لوہے کی ایک پتلی اور لمبی سلاخ اٹھا رکھی تھی۔ وہ دبے قدموں رونن کی طرف بڑھ رہی تھی۔ وہ جیسے ہی پاس پہنچی، رونن کو احساس ہو گیا۔ اس نے مڑنا چاہا لیکن اس سے پہلے ہی لیلیٰ نے سلاخ گھما کر ماری جو اس کے بازو پر لگی۔ رونن چیخ مار کر نیچے گرا تو لیلیٰ نے پے در پے وار کیے، ہر وار پر رونن چیختا۔ پھر لیلیٰ سلاخ پھینک کر خالد کی طرف آئی اس نے اوزاروں کے شیلف سے ایک چاقو اٹھایا اور خالد کے گلے سے بندھی رسی کاٹ دی۔ وہ دھڑام سے نیچے گرا اور گردن پر گرفت ڈھیلی ہوئی تو وہ دیوانہ وار سانس لینے لگا۔ لیلیٰ نے اس کی ہاتھوں اور پیروں کی بندشیں کاٹ دیں۔ خالد نے گلے سے پھندا نکالتے ہوئے رونن کی طرف دیکھا تو وہ اسے نظر نہیں آیا۔

"یہ... کہاں گیا؟"

لیلیٰ نے مڑ کر دیکھا۔ رونن وہاں نہیں تھا جہاں ایک لمحہ پہلے پڑا تھا۔ وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ "بھاگ گیا حرامزادہ... تم پولیس کو کال کرو۔ میں اسے دیکھتی ہوں۔"

لیلیٰ باہر کی طرف بھاگی۔ خالد اسے آوازیں دیتا رہ گیا لیکن اس وقت اس پر غصہ طاری تھا۔ اس نے رونن کی باتیں سنی تھیں اور اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ رونن اتنا بڑا درندہ ثابت ہو گا۔ اسے عورتوں سے نفرت تھی اور لیلیٰ کو ان لوگوں سے نفرت تھی جو عورتوں سے نفرت کرتے ہیں یا ان سے غلط سلوک کرتے ہیں۔ شاید اسی وجہ سے رونن کی باتیں سن کر اس پر جنون طاری ہو گیا تھا۔ وہ سوچے سمجھے بغیر اس کے پیچھے بھاگی تھی۔ اسے یہ خیال بھی نہیں آیا تھا کہ رونن مسلح ہو سکتا ہے اور وہ اسے شوٹ کر سکتا ہے۔ اسے بس ایک ہی خیال تھا کہ اتنی عورتوں کا یہ قاتل درندہ نکلنے میں کامیاب نہ ہو۔ راستے میں وہ ایک موقع پر اس کا سراغ کھو بیٹھی تھی اور پھر اسے اسپتال تلاش کرنے میں کچھ دیر لگی۔ رونن کا شعبہ اسپتال کی باقی عمارت سے الگ تھا اسی لیے وہ بڑے آرام سے خالد کو ٹھکانے لگانے وہاں لے آیا تھا۔ لیلیٰ اس وقت وہاں پہنچی جب وہ خالد کو موت کے پھندے پر لٹکا کر اسے اپنی کہانی سنا رہا تھا۔ لیلیٰ کو لوہے کی سلاخ مل گئی تھی اور اس کی مدد سے اس نے رونن پر قابو پا لیا لیکن وہ اس کی ذرا سی غفلت کا فائدہ اٹھا کر نکل بھاگا۔

وہ باہر آئی تو رونن کی وین کی روشنیاں غائب ہو رہی تھیں۔ وہ اپنی کار کی طرف لپکی اور اسے اسٹارٹ کر کے رونن کے پیچھے روانہ ہو گئی۔ وہ بہت تیز ڈرائیونگ کر رہا تھا اور لیلیٰ کو دشواری ہو رہی تھی۔ اس کی کار کا انجن اتنا طاقتور نہیں تھا۔ بس ایک فائدہ تھا کہ چھوٹی ہونے کی وجہ سے وہ تنگ موڑ بھی آسانی سے مڑ رہی تھی۔ اس وجہ سے وہ رفتہ رفتہ وین کے نزدیک ہوتی جا رہی تھی۔ ایک تنگ موڑ کاٹتے ہوئے کار وین کے نزدیک پہنچ گئی۔ لیلیٰ اتنے جوش میں تھی کہ وین کو قریب پا کر اس نے سوچے سمجھے بغیر اسے پیچھے سے ٹکر ماری اور وین ڈھلان سے اتر گئی۔ رونن نے ایسا سوچا نہیں تھا اس لیے وہ وین پر قابو نہ رکھ سکا۔ وہ قلابازیاں کھانے لگی اور خاصی دور جا کر ایک درخت سے ٹکرا کر رک گئی۔ لیلیٰ نے کار روکی اور اتر کر بھاگتی ہوئی نیچے آئی۔ وین الٹی پڑی تھی اور رونن اس میں سیٹ بیلٹ کی وجہ سے الٹا لٹکا ہوا تھا۔ وین کا [illegible] ہو گیا تھا۔ اس کے ایندھن کے ٹینک سے پیٹرول گر رہا تھا اور ایک ذرا سی چنگاری پوری گاڑی کو آگ کے گولے میں بدل سکتی تھی۔ رونن نے اس کی موجودگی محسوس کر لی تھی، وہ چلایا۔

"میری مدد کرو، مجھے یہاں سے نکالو۔"

لیلیٰ اسے خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔ اچانک اس کے ذہن کے پردے پر وہ شخص ابھرا جو ہفتے میں ایک بار اس کے گھر آتا تھا اور وہ جتنی دیر گھر میں رہتا، اس کی ماں کی زندگی عذاب بنی رہتی تھی۔ تشدد کا ایسا کون سا حربہ تھا جو وہ اس کی ماں پر استعمال نہیں کرتا تھا۔ لیلیٰ اس سے شدید نفرت کرتی تھی۔ وہ اسے مار دینا چاہتی تھی تاکہ اس کی ماں کی جان چھوٹ جائے۔ ایک دن وہ اپنی شاندار کار میں ان کے گھر کے سامنے رکا تو لیلیٰ کٹورا لے کر باہر آ گئی اور جیسے ہی اس نے کار کا شیشہ نیچے کیا، لیلیٰ نے کٹورے میں بھرا مائع اس پر پھینک دیا۔ پیٹرول کی بو محسوس کرتے ہی وہ چلایا۔

"لیلیٰ! یہ کیا کیا... احمق لڑکی۔"

لیکن جب اس نے لیلیٰ کو ماچس جلاتے دیکھا تو لرز اٹھا۔ اس نے لیلیٰ کو روکنا چاہا۔ اس نے کار سے اترنا چاہا مگر لیلیٰ نے جلتی تیلی اس پر پھینک دی اور وہ چشم زدن میں شعلوں میں گھر گیا۔ اس کی چیخیں سن کر چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑے لیکن کوئی اس کی مدد نہیں کر سکا۔ جب تک اس کی آگ بجھائی گئی، وہ سر سے پاؤں تک جل چکا تھا اور اسپتال لے جاتے ہوئے راستے میں دم توڑ گیا۔ وہ لیلیٰ کا باپ تھا۔ وہ مر گیا لیکن لیلیٰ اور اس کی ماں کی زندگی آسان نہیں ہوئی تھی۔ اس کی ماں پہلے ہی نفسیاتی مریضہ تھی۔ بیٹی کو باپ کے قاتل کے روپ میں دیکھ کر وہ بالکل ہی حواس گنوا بیٹھی اور لیلیٰ کو کم عمری کی رعایت دیتے ہوئے عدالت نے ایک ایسے ادارے کے سپرد کر دیا جہاں نفسیاتی مریضوں کی دیکھ بھال کی جاتی تھی۔ لیلیٰ اٹھارہ سال تک اسی ادارے میں رہی۔ اس کا باپ بہت دولت مند تھا لیکن اس کی دولت اس کے کام نہیں آئی اور اسے گزر اوقات کے لیے چھوٹے موٹے کام کرنے پڑتے۔

اس وقت لیلیٰ کو لگا جیسے اس کے سامنے اس کا درندہ صفت باپ بے بس پڑا ہے اور اس سے رحم کی بھیک مانگ رہا ہے لیکن وہ جانتی تھی جیسے ہی وہ طاقتور ہوا، اس پر جھپٹ پڑے گا اور وہ اس پر ہرگز رحم نہیں کرے گا۔ اس لیے وہ بھی اس پر رحم نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے جیب سے ماچس نکال کر جلائی۔ رونن کن انکھیوں سے اسے دیکھ رہا تھا، اس نے پھر کہا۔ "پلیز! میری مدد کرو۔"

"میں تمہاری مدد ہی کر رہی ہوں ذلیل اور گھٹیا

انسان۔" لیلیٰ نے نفرت سے کہا اور تیلی جلتے پیٹرول پر پھینک دی۔ اس نے بھک کی آواز کے ساتھ آگ پکڑلی اور چند لمحے بعد سناٹے میں رونن کی چیخیں گونجنے لگیں۔ لیلیٰ پیچھے ہٹ گئی اور پھر سڑک کی طرف جانے لگی۔ عقب میں رونن کی چیخیں دم توڑ رہی تھیں۔

☆☆☆

جیکب مائر کا چہرہ راکھ کی طرح سفید ہو رہا تھا۔ وہ ابھی تک اسپتال میں تھا اور اس کی حالت اتنی بہتر ہو گئی تھی کہ ڈاکٹروں نے اسے بات کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ خالد کو یہ سب بتاتے ہوئے افسوس ہو رہا تھا لیکن بتانا بھی ضروری تھا۔ رونن کی جلی ہوئی لاش وین سے مل گئی تھی اور پولیس نے اسے حادثہ قرار دیا تھا۔ تیز رفتاری کی وجہ سے وین الٹ گئی تھی اور اس میں آگ لگ گئی۔ لیلیٰ کا اس سارے معاملے میں کہیں ذکر نہیں آیا تھا۔ خالد نے ہر چیز کی ذمے داری قبول کر لی تھی۔ اس نے بتایا کہ اس سے لڑائی کے بعد رونن اسپتال سے بھاگ نکلا تھا۔ اسپتال کے اس خفیہ شیلف کے پیچھے دو درجن سے زائد عورتوں اور لڑکیوں کی تصاویر تھیں۔ رونن نے گزشتہ تیس برسوں میں ان کو لبنان کے مختلف حصوں میں قتل کیا تھا اور پھر ان کی لاشوں کو اس طرح سے ضائع کیا تھا کہ ان کے جسم کا کوئی حصہ باقی نہیں رہا تھا۔ ہنری لاش چھوڑ دیتا تھا۔ رونن لاش نہیں چھوڑتا تھا لیکن وہ ان عورتوں اور لڑکیوں کی تصاویر ضرور اس خانے میں لگاتا تھا۔ ہر تصویر اس کے لیے ایک ٹرافی تھی۔ یہی نہیں بلکہ اس کے گھر سے مقتولہ خواتین کے کپڑے اور دوسری چیزیں بھی نکلی تھیں۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرے خاندان میں ایسے درندے پل رہے ہیں اور ہمارے درمیان دندناتے پھر رہے ہیں۔" جیکب نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہنری اور رونن کا مسئلہ مذہبی انتہا پسندی بھی تھی۔" خالد نے دبے انداز میں کہا۔ "ہنری نے بائبل کی آیات کا حوالہ بھی دیا تھا۔ وہ چن کر ایسی آیات پر نشان لگاتا تھا۔"

جیکب نے سر ہلایا۔ "میں جانتا ہوں، ہنری انتہا پسندانہ مذہبی خیالات رکھتا تھا۔ خاص طور سے عورتوں کے بارے میں... لیکن وہ اس حد تک چلا جائے گا کہ عورتوں کو قتل کرنے لگے گا۔ رونن اس سے بھی آگے نکل گیا، اپنی ہی بہن کو قتل کر دیا۔ تم نے یہ معما حل کر دیا۔"

خالد، جیکب کو رپورٹ دے چکا تھا۔ وہ کھڑا ہو گیا۔ "نہیں جناب! مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کی توقعات پر پورا نہیں اتر سکا۔ میں نہیں جان سکا کہ روتھی مائر کے ساتھ کیا ہوا۔ رونن نے مجھ سے کہا کہ اس نے ان تمام عورتوں اور لڑکیوں کو قتل کیا ہے جن کی تصویریں اس نے محفوظ رکھی تھیں لیکن اس نے روتھی کو قتل نہیں کیا ہے۔"

"وہ جھوٹ بول رہا ہوگا۔"

"نہیں جناب! وہ اس وقت جھوٹ نہیں بول رہا تھا کیونکہ وہ ویسے ہی میرے سامنے اپنے تمام جرائم کا اعتراف کر چکا تھا اس لیے اسے صرف روتھی مائر کے بارے میں جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس لیے مجھے یقین ہے کہ وہ سچ کہہ رہا تھا۔"

"تب روتھی کے ساتھ کیا ہوا؟"

"میں اسی ناکامی کا اعتراف کر رہا ہوں۔"

خالد باہر آیا تو راہداری میں نتاشا اس کی منتظر تھی۔ وہ اس کی طرف بڑھی۔ "میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"کیا بات کرنا چاہتی ہو؟"

وہ ہچکچائی پھر بولی۔ "میں تم سے روتھی کے بارے میں بات کرنا چاہتی ہوں۔"

☆☆☆

بے آب و گیاہ پہاڑوں کے درمیان سے گزرتی خالد کی جیپ مشرقی ترکی کے علاقے میں سفر کر رہی تھی۔ اس کی منزل دان نامی قصبہ تھا جو ایک جھیل کے کنارے تھا۔ یہاں پانی کی وجہ سے آبپاشی کی سہولت تھی اور وہاں سبزہ نظر آتا تھا۔ دھول اڑاتے راستوں سے گزرتی جیپ بالآخر ایک فارم ہاؤس تک پہنچی۔ خالد فارم میں داخل ہوا۔ کچھ دور ہی چند افراد کام کرتے دکھائی دیے۔ خالد کی جیپ کی آواز سن کر ان میں سے کچھ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ نیچے اتر آیا۔ ایک مزدور آگے بڑھا۔ "کون ہو مسٹر اور کس سے ملنا ہے؟"

"مسز گارنر۔" خالد نے کہا۔

مزدور نے ذرا دور انگور کی بیلوں کی طرف اشارہ کیا۔ وہاں ایک عورت دو نوجوانوں کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔ خالد اس کی طرف بڑھا۔ اس نے عقب سے عورت کو آواز دی لیکن اس نے مسز گارنر کے بجائے کہا۔

"روتھی مائر..."

عورت چونک کر گھومی اور غور سے خالد کو دیکھا۔

☆☆☆

جیکب مائر آتش دان کی دیوار کے سامنے کھڑا اس پر لگے فریم شدہ اسکیچز کو دیکھ رہا تھا۔ دروازہ کھلا اور خالد اندر آیا

www.paksociety.com

مگر وہ آگے آنے کے بجائے کھلے دروازے کے ساتھ ہی رہا۔

جیکب نے گرم جوشی سے کہا۔ ”خالد... میرے بیٹے... میں آج ہی اسپتال سے آیا ہوں۔ اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔“

”اگر آپ وعدہ کریں کہ آپ دوبارہ اسپتال نہیں جائیں گے تو میرے پاس آپ کے لیے ایک سرپرائز ہے۔“

”کیا مطلب؟“

خالد دروازے سے ذرا ہٹا اور اس نے کسی کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔ ایک عورت اندر آئی۔ بڑھاپے کی دہلیز نے اس کے خدوخال بدل دیے تھے۔ اس کے باوجود جیکب کو اسے پہچاننے میں ایک لمحہ لگا تھا اس نے حیرت آمیز بے تابی سے کہا۔ ”روتھی...“

عورت آگے بڑھ کر اس سے لپٹ گئی۔ وہ رو رہی تھی اور کسی ننھی بچی کی طرح سسک رہی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر... خالد باہر نکل گیا اور دروازہ بند ہوگیا۔ جیکب مائر بھی رو پڑا۔ چند منٹ بعد وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے اور روتھی بتا رہی تھی کہ اس پر کیا گزری۔ ”پاپا کو ماما کی بے وفائی نے بدل دیا۔ وہ ہر عورت سے نفرت کرنے لگے تھے۔ وہ دیوانگی اور درندگی کی آخری حد کو پہنچ گئے تھے۔ ماما چالاک نکلیں، وہ پیرس چلی گئیں اور پاپا سے الگ ہوگئیں۔ لیکن وہ مجھے یہاں چھوڑ گئی تھیں۔ پاپا نے ان کا بدلہ بھی مجھ سے لیا۔ ایک دن نشے میں دھت انہوں نے مجھ سے زیادتی کی۔ پھر یہ معمول بن گیا۔ وہ مجھے ندی والے کاٹیج لے جاتے تھے اور... رونن بھی وہاں آجاتا۔“ روتھی کا سر جھک گیا۔ جیکب بہت صبر سے یہ سب سن رہا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ مستقل روتھی کے ہاتھ پر تھا۔ ”وہ مجھ پر تشدد بھی کرتے تھے۔ ایک دن پاپا مجھے ندی والے کاٹیج لے گئے۔ انہوں نے مجھے مارا تو میں وہاں سے بھاگی اور ندی کی طرف آگئی۔ پاپا بھی وہاں آگئے اور مجھے پکڑنے کی کوشش کی لیکن میں نے انہیں ندی میں دھکا دے دیا۔“

”تم نے بالکل ٹھیک کیا میری بچی... وہ شخص دس بار اس سزا کا مستحق تھا۔“ جیکب نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا۔

”اس وقت میرا بھی یہی خیال تھا اور میں خوش تھی کہ کسی نے یہ سب نہیں دیکھا ہے لیکن یہ میری خوش فہمی تھی۔ کاٹیج کے پاس رونن موجود تھا اور اس نے مجھے پاپا کو ندی میں دھکا دیتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ نیچے آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ ابھی وہ فرانس جا رہا ہے لیکن جب وہ آئے گا تو مجھ سے پاپا کی موت کا بدلہ لے گا۔ ابھی وہ مجھے صرف اس وجہ سے چھوڑ رہا ہے کہ اگر اس نے میرے خلاف کچھ کیا تو ساری بات کھل جائے گی اور پاپا کی بدنامی اسے کسی قیمت پر گوارا نہیں تھی۔

”دو سال بعد جس دن میرے اسکول میں سند کی تقریب تھی، عین تقریب کے دوران میں نے رونن کو دیکھا۔ وہ تماشائیوں کے ہجوم میں کھڑا مجھے دیکھ رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں دھمکی تھی۔ صاف لگ رہا تھا کہ یہ سلسلہ وہیں سے شروع ہو جائے گا جہاں پاپا کی موت کے بعد ٹوٹا تھا۔ میں بہت خوف زدہ تھی اور میں نے اسٹیٹ سے بھاگ نکلنے کا فیصلہ کیا۔ میں نے مارین آنٹی کو سب بتایا ہوا تھا۔ میں نے ان سے مدد مانگی اور انہوں نے مجھے اپنی گاڑی میں چھپا کر اسٹیٹ سے نکال دیا۔“

”کاش کہ تم مجھے بتا دیتیں۔“

”انکل! میرا ذہن کام نہیں کر رہا تھا اور میں یہاں سے چلی جانا چاہتی تھی ورنہ باپ کے بعد اپنے بھائی کو بھی قتل کر دیتی۔“

”پھر تم کہاں گئی تھیں؟“

”ترکی۔“ روتھی نے جواب دیا۔ ”اسکول میں میرے ساتھ ایک ترک امیرزادہ طغرل گاز بھی پڑھتا تھا۔ وہ دو سال پہلے ہائی اسکول پاس کر کے واپس ترکی چلا گیا تھا۔ میں نے بیروت سے اسے خط لکھا اور وہ اگلے دن میرے پاس آگیا۔ وہ مجھے ترکی لے گیا۔ اس نے مجھے شادی کی پیشکش کی۔ میں نے اس سے شادی کر لی اور ماضی بھول کر اس کے ساتھ رہنے لگی لیکن ماضی کی ایک ہستی ایسی تھی جسے میں کبھی نہیں بھول سکتی تھی۔ انکل! وہ ہستی آپ ہیں اسی لیے میں ہر سال آپ کی سالگرہ پر اپنے ہاتھ سے اسکیچ بنا کر آپ کو بھیجتی تھی۔ جب تک طغرل زندہ رہا، وہ اسکیچ پوسٹ کرتا رہا۔ چار سال پہلے ایک حادثے میں اس کا انتقال ہوگیا تو یہ کام میرے بڑے بیٹے فرید نے سنبھال لیا۔“

”تمہارا بیٹا!“ جیکب مائر نے شوق سے کہا۔ ”تمہارے کتنے بچے ہیں؟“

”میرے چھ بچے ہیں... تین لڑکے اور تین لڑکیاں۔“ روتھی کا لہجہ تفاخر سے بھر گیا۔ ”طغرل کے نہ ہونے کے باوجود میں ان کے ساتھ بہت خوش ہوں۔“

”انسان کی اصل دولت اس کے بچے ہوتے ہیں۔“ جیکب نے سرد آہ بھری۔ ”افسوس کہ مائر خاندان والے یہ بات بھلا چکے ہیں۔ ان کے نزدیک دولت ہی سب کچھ بن گئی ہے اس لیے وہ اپنی دولت کے ساتھ رفتہ رفتہ مرتے جا رہے ہیں اور بعد میں کوئی ان کا نام لینے والا بھی نہیں ہوتا ہے۔“

”اسی لیے میں نے فیصلہ کیا تھا کہ میں کبھی واپس نہیں آؤں گی اور نہ کسی سے رابطہ کروں گی۔ اگر آپ کا یہ آدمی خالد مجھے تلاش نہ کر لیتا اور آپ کے بارے میں نہ بتاتا تو میں مرتے دم تک واپس نہ آتی۔ اب بھی میں نے یہی سوچا ہے کہ میرا اور میرے بچوں کا مائر اسٹیٹ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ ہم جہاں ہیں، وہاں بہت خوش ہیں۔ اب تو میرے چار بچوں کی بھی شادیاں ہو چکی ہیں اور ان کے بھی بچے ہیں۔“

جیکب مائر کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے سر ہلایا۔ ”ٹھیک ہے اور یہی بہتر ہے لیکن میری بچی... میں تمہارے لیے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے لیے ایک اکاؤنٹ کھولوں اور اس میں رقم جمع کرادوں تاکہ کبھی تم پر کوئی مشکل وقت آئے تو تم اسے خرچ کر سکو۔“

روتھی نے نفی میں سر ہلایا۔ ”انکل! میں یہ دولت نہیں لینا چاہتی۔ ویسے میرے پاس کوئی کمی نہیں ہے اگر ہوتی تب بھی میں اس دولت سے کچھ لینا پسند نہ کرتی۔ سچ کہوں تو مجھے اسٹیٹ سے نفرت ہے۔ بس آپ ایک ہی ایسی ہستی ہیں جس کے لیے میرے اندر جگہ ہے۔ آنٹی مارین نے میری مدد کی تھی لیکن اس میں ان کی اپنی غرض بھی تھی۔ ایک حصے دار کم ہوتا تو ان کا اور ان کی بیٹی کا حصہ خود بہ خود بڑھ جاتا۔“

جیکب نے ایک اور سرد آہ بھری۔ ”تم ٹھیک کہہ رہی ہو میری بچی۔“

”اس لیے یہاں آنے کے باوجود میں چاہتی ہوں کہ میری گم شدگی کا معما برقرار رہے۔ آپ کا یہ آدمی مجھے اس طرح لایا ہے کہ کسی کو میری آمد کا پتا نہیں ہے۔“

جیکب مائر نے سر ہلایا۔ ”ایسا ہی ہوگا میری بچی... جیسا تم چاہو گی ویسا ہی ہوگا۔“

☆☆☆

لیلیٰ اس کمرے میں داخل ہوئی تو وہاں ایک بوڑھی لیکن صحت مند عورت بیٹھی تھی۔ اس نے گود میں ایک گڑیا لے رکھی تھی اور اس کی نظریں ٹی وی اسکرین پر مرکوز تھیں۔ لیلیٰ آہستہ قدموں سے اس کے پاس آئی۔ وہ اس کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔ بوڑھی عورت نے اس کی موجودگی محسوس کر لی تھی لیکن اس کی طرف دیکھا نہیں۔ لیلیٰ نے کچھ دیر بعد کہا۔

”ماما! میں لیلیٰ ہوں، آپ کی بیٹی لیلیٰ...“

بوڑھی عورت نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔

”لیلیٰ۔“ وہ بے تاثر لہجے میں بولی۔ ”تم لیلیٰ ہو؟“

”ہاں ماما! میں لیلیٰ ہوں۔“ لیلیٰ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

www.paksociety.com

"تم کہاں چلی گئی تھیں میری بچی؟"

"میں یہیں تھی ماما لیکن آپ سے نہیں مل سکتی تھی۔"

بوڑھی عورت نے سر ہلایا۔ "اب تم ٹھیک ہو؟"

"جی ماما۔"

"تم نے شادی کی ہے؟ تمہارے بچے ہیں؟"

"نہیں ماما۔"

"کیوں؟"

اس بار لیلیٰ ہچکچائی۔ "ہاں ماما! ایک آدمی ہے تو لیکن میں نہیں جانتی کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے یا نہیں۔"

"تم اس سے محبت کرتی ہو؟"

"پتا نہیں ماما! شاید کرتی ہوں... یا شاید نہیں۔"

ماں نے مشورہ دیا۔ "اگر وہ اچھا آدمی ہے تو اسے اپنا لو۔ اچھا آدمی مشکل سے اور قسمت سے ملتا ہے۔"

لیلیٰ نے سر ہلایا پھر بولی۔ "ماما! میں یہاں سے جا رہی ہوں۔ اگر میں آپ کو اپنے پاس بلواؤں تو کیا آپ آئیں گی؟"

بوڑھی عورت نے محبت سے اسے دیکھا۔ "نہیں میری بچی... میں یہاں خوش ہوں۔ اب میں عام زندگی نہیں گزار سکتی۔ میرے لیے زیادہ خوشی کی بات یہ ہوگی کہ تم کبھی کبھی مجھ سے ملنے کے لیے آتی رہو۔"

لیلیٰ نے سر ہلایا اور اٹھ گئی۔ "میں آپ سے ملنے آتی رہوں گی ماما۔"

"خدا حافظ میری بچی۔" بوڑھی عورت نے کہا اور اپنے آنسو چھپانے کے لیے چہرہ دوسری طرف کر لیا۔ لیلیٰ اپنے آنسو صاف کرتی ہوئی باہر آئی۔ استقبالیہ... لاؤنج میں خالد اس کا منتظر تھا۔ وہ اس کے ساتھ آیا تھا بلکہ وہ مستقل اس کے ساتھ ہی تھا۔ دو دن پہلے عدالت نے لیلیٰ کو دماغی لحاظ سے صحت یاب قرار دیتے ہوئے اس کی دولت اور جائداد پر تصرف دے دیا تھا۔ جیکب مائز کے وکیل شہاب علی نے بھی اس کی مدد کی تھی۔ ماجد مائیکل عدالت کے حکم کے سامنے بے بس تھا اور فی الحال وہ حساب دے رہا تھا۔

ہوٹل واپس جاتے ہوئے خالد نے پوچھا۔ "اب تم کیا کرو گی؟"

"میں قبرص جا رہی ہوں۔" لیلیٰ نے جواب دیا۔ "اور تم کیا کرو گے؟"

خالد نے شانے اچکائے۔ "میں اپنے ملک جاؤں گا۔"

"میں نے سنا ہے کہ وہاں کے حالات بہتر نہیں ہیں۔" لیلیٰ بولی۔ "تم میرے ساتھ چلو، قبرص بہت خوب صورت ملک ہے۔"

"ہر ملک خوب صورت ہوتا ہے۔" خالد نے کہا۔ "اگر اس کے رہنے والے اسے خوب صورت رکھیں۔ میرے ملک کو اس وقت لوگوں کی ضرورت ہے۔ میں وہاں جا کر حالات ٹھیک کرنے میں اپنا حصہ لینا چاہتا ہوں۔"

لیلیٰ نے اس کی طرف دیکھا۔ "کیا تمہیں وہاں سے کوئی آفر ہوئی ہے؟"

خالد نے سر ہلایا۔ "ہاں، ایک چینل نے جاب آفر کی ہے لیکن ضروری نہیں ہے کہ میں آفر قبول کر لوں۔ میں انفرادی طور پر بھی کام کر سکتا ہوں۔"

"لیکن تم تو کتاب لکھنا چاہتے تھے اور اب تمہارے پاس ایک ملین ڈالرز بھی ہیں۔"

"ہاں لیکن میں نے محسوس کیا ہے کہ کتاب سے بھی زیادہ اہم اپنے ملک کے لیے کام کرنا ہے۔ دیکھو، اچھے حالات میں تو سب ہی اپنے ملک جا کر کام کرنا چاہتے ہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ آپ وہاں خراب حالات میں جا کر کام کریں اور حالات ٹھیک کرنے کی کوشش کریں۔ انفرادی کوششیں ہی اجتماعی تبدیلی لاتی ہیں۔"

لیلیٰ ہچکچائی پھر اس نے پوچھ لیا۔ "تمہارے دل میں میرے لیے کوئی گنجائش ہوگی؟"

خالد نے گاڑی سڑک کے کنارے روک لی۔ اس نے لیلیٰ کی طرف دیکھا۔ "لیلیٰ! اس سے پہلے میری زندگی میں عورت والا خانہ خالی تھا لیکن اب میں عورت کے بارے میں سوچتا ہوں تو میرے ذہن میں تم آتی ہو... مگر تم مجھ سے پندرہ سال چھوٹی ہو۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"لیکن ابھی میں نے ایک مشکل فیصلہ کیا ہے، وطن واپس جانے کا اور میں فی الحال تمہیں اس مشکل میں شامل نہیں کر سکتا۔ کیا تم دو سال انتظار کر سکتی ہو؟"

"میں... میں ساری عمر انتظار کر سکتی ہوں۔"

"میں ساری عمر کی بات نہیں کرتا۔ اس دوران میں تم بھی خود کو اسٹیبلش کر لو گی۔"

لیلیٰ نے سر ہلایا۔ "میں یونیورسٹی میں داخلہ لوں گی۔"

خالد مسکرانے لگا۔ "تب ہم دو سال بعد دوبارہ ملیں گے اور اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں گے۔"

"تم مجھ سے رابطہ رکھو گے نا؟"

"وہ تو ہمیشہ رہے گا۔" خالد نے یقین سے کہا تو لیلیٰ نے اس کے شانے پر سر رکھ دیا۔